ناشر
تعمیر معاشرہ جامعہ خلفائے راشدین

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿......وصف نمبر۱: تواضع......﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّابَعْدُ! فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰماً﴾. [الفرقان:۶۳]

وَعَنْ اَبِی ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ لِی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ :اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُ مَا کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ .رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ. (مشکوۃ :۴۳۲)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَنْ یَّحْرُمُ عَلَی النَّارِ وَ بِمَنْ تَحْرُمُ النَّارُ عَلَیْہِ ، عَلٰی کُلِّ ھَیِّنٍ لَیِّنٍ قَرِیْبٍ سَھْلٍ. رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرمِذِیُّ وَقَالَ ھَذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ.

(مشکوۃ: ۴۳۲)

یہ جو آیات میں نے پڑھی ہیں سورۃ الفرقان کی آیتیں ہیں، ان کے بعد بھی کئی آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور محبوب بندوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

﴿مخلص اور باوفا دوستوں کی قدر﴾

یہ بات میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ جس کو جس سے محبت کا تعلق ہوتا ہے وہ اس محبت

کے تعلق کی بنیاد پر اپنے دوست، اپنے ساتھی کے اوصاف کو فخر یہ انداز میں، خوشی کے انداز میں بیان کرتا رہتا ہے، کسی کو اچھا ساتھی ملا......تو مجالس میں کہتا ہے کہ: مجھے ایسا ساتھی ملا ہے......ایسا مخلص دوست ملا ہے......اس کے اندر یہ صفت ہے...... یہ صفت ہے......مزے لے لے کر اس کے اوصاف کو بیان کرتا ہے۔ کسی کو اچھا اور نیک والد مل جائے تو ہر مجلس میں کہتا ہے: قربان جاؤں ایسا ابو تو ہر ایک کو ملے، کسی کو نیک اور اچھا بیٹا مل جائے تو وہ احباب کی ہر مجلس میں اپنے بیٹے کی تعریف کرتا ہے اور اس کی تعریف میں اسے خوشی محسوس ہوتی ہے، کسی کو نیک اور اچھا شاگرد مل جائے تو یہ مختلف مجالس میں اپنے اس شاگرد کا تذکرہ اور اس کے اوصاف کو بیان کرتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں میں بھی وہ بندے جو اللہ تعالیٰ سے وفاداری کا تعلق رکھتے ہیں جان کی بازی لگا لیتے ہیں......لیکن...... کسی موقع پر اللہ تعالیٰ سے بے وفائی نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرتے......اللہ تعالیٰ نے ایسے نیک، پیارے اور محبوب بندوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں، تقریباً تیرہ اوصاف سورۃ الفرقان کی ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں، ان اوصاف کو سن کر کے ارادہ کر لیجیے کہ ہم سب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ان اوصاف کو اپنائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے بطورِ نمونہ بتا دیا کہ ''عبادالرحمٰن'' (رحمٰن کے بندے) ایسے ہوا کرتے ہیں......اگر تم بھی رحمٰن کے بندے بننا چاہتے ہو تو ان اوصاف کو اپنے اندر پیدا کر لو......وہ اوصاف کیا ہیں؟......آگے نمبر وار سنیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ......................

﴿عابد اور عبد کے معنی میں فرق﴾

''عِبَادٌ'' جمع ہے ''عَـابِدٌ'' کی......یا ''عَبْدٌ'' کی......اور ''عَـابِدٌ'' اور ''عَبْدٌ'' کے معنی میں فرق ہے......''عَـابِدٌ'' کا معنی ہے: **اَلَّـذِیْ یَـفْـعَـلُ مَا یَرْضَاهُ الرَّبُّ** ...... یعنی ''عَابِدٌ'' وہ ہے کہ......وہ کام کرے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

''عَبْدٌ '' کا معنی ہے: **اَلَّـذِیْ یَـرْضٰـی بِمَا یَفْعَلُهُ الرَّبُّ**......یعنی ''عَبْدٌ '' وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہر فعل اور فیصلے پر راضی اور خوش ہو۔

(روح المعانی ۴۳/۱۹، ط: امدادیہ)

﴿حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند ملفوظات﴾

﴿ملفوظ نمبر ۱: رضاء بالقضاء﴾

''رضا بالقضاء'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلے اور حکم پر راضی رہنا اخلاص سے بھی اونچا مقام ہے۔

﴿ملفوظ نمبر ۲: تجویز کی زندگی اور تفویض کی زندگی﴾

زندگی دو طرح کی ہے: ایک تجویز کی زندگی اور ایک تفویض کی زندگی۔

تجویز کی زندگی کیا ہے؟...... میرا مکان ایسا ہو، میری سواری ایسی ہو، میرے کپڑے ایسے ہوں، میرا منصب ایسا ہو، میری عزت ایسی ہو، جہاں جاؤں میری بات پر لوگ لبیک کہیں، جس مجلس میں جاؤں لوگ میرے لیے کھڑے ہو جائیں...... یہ تجویز ہے......فرمایا یہ شخص ہمیشہ پریشان ہوگا......کیوں؟......اس لیے کہ ہر تجویز کا پورا نہ ہونا ظاہر ہے۔

تفویض کیا ہے؟......انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے۔

دنیا دارالاسباب ہے ،جائز مقاصد کے لیے جائز اسباب اختیار کرے ،لیکن اسباب کے اختیار کرنے کے بعد چونکہ کامیابی اور ناکامی صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اس لیے اگر کامیاب ہو تو بھی اللہ کا شکر ادا کرے......ناکام ہو تو بھی شکر ادا کرے، ناخوش نہ ہو بلکہ کہے......میرے اللہ تعالیٰ جس حال میں رکھنے پر راضی ہیں ......میں بھی راضی ہوں......یہ تفویض ہے۔

دوستو! یہ ایک بات ہمارے پلے پڑ جائے اور ہم آج سے یہ عہد کر لیں کہ تفویض کی زندگی گزاریں گے......ہم اللہ تعالیٰ کے حوالے ہیں ،اللہ تعالیٰ جس طرح رکھے ٹھیک ہے......ان شاء اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں جہانوں کی پریشانیوں کی چھٹی ہو جائے گی۔

«''هَوْنًا'' کی ترکیبی حیثیت»

''هَوْنًا'' کے نصب کی دو وجہیں حضرات مفسرین رحمھم اللہ تعالیٰ نے لکھی ہیں:

(۱) یہ منصوب ہے بنابر مفعول مطلق......تقدیری عبارت یوں ہے: یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ مَشْيًا هَوْنًا تو مَشْيًا موصوف محذوف ہے اور هَوْنًا اس کے لیے صفت ہے، موصوف صفت مل کر یَمْشُوْنَ کے لیے مفعول مطلق ہے، اور مفعول مطلق منصوب ہوتا ہے۔

(۲) هَوْنًا مصدر مبنی للفاعل ہے اور یہ یَمْشُوْنَ کی واو ضمیر سے حال ہے، اس صورت میں یہ مصدر اسمِ فاعل هَائِنِيْنَ کے معنی میں ہے هَانَ يَهُوْنُ هَوْنًا......

هَوْنٌ کہتے ہیں نرم اور آسان ہونا۔

ترجمہ: ''اَلَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا'' دونوں صورتوں میں حاصلِ ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ زمین پر ہلکے پھلکے چلتے ہیں۔

﴿هَوْنًا کی مختلف تفاسیر﴾

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''هَوْنًا'' کے مختلف معانی بیان کیے ہیں:

پہلی تفسیر: چلنے میں بردباری اور تواضع:

یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ حُلَمَاءَ مُتَوَاضِعِیْنَ، یَمْشُوْنَ فِی اقْتِصَادٍ .

(تفسیر قرطبی ۱۳/۶۷، ط: رشیدیه)

اللہ کے بندے زمین پر بردباری کے ساتھ عاجز ہوکر چلتے ہیں اور درمیانی چال سے چلتے ہیں۔

دوسری تفسیر: فساد اور گناہ سے دوری:

وَقَالَ زَیدُ بنُ أَسلَمَ: کُنتُ أَسأَلُ عَن تفسِیرِ قَولِهِ تعَالَی﴿ اَلَّذِینَ یَمشُونَ عَلَی الأَرضِ هَوناً﴾ فَمَا وَجَدتُ مِن ذٰلِکَ شِفَاءً فَرَأَیتُ فِی المَنَامِ مَن جَاءَنِی فَقَالَ لِی: هُمُ الَّذِینَ لَا یُرِیدُونَ أَن یُفسِدُوا فِی الأَرضِ. قَالَ القُشَیرِیُّ: وَقِیلَ لَا یَمشُونَ لِإِفسَادٍ وَمَعصِیَةٍ بَل فِی طَاعَةِ اللّٰهِ وَالأُمُورِ المُبَاحَةِ مِن غَیرِ هوک. (تفسیر قرطبی ۱۳/۶۸، ط: رشیدیه)

زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک مدت تک اللہ تعالیٰ کے اس قول ''اَلَّذِینَ یَمشُونَ عَلَی الأَرضِ هَوناً'' کے بارے میں پوچھتا رہا لیکن میری تسلی و

تشفی نہیں ہوئی، پھر میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو زمین میں فساد نہیں چاہتے۔

امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے بندے زمین میں فساد پھیلانے اور گناہ کے لیے نہیں چلتے بلکہ ان کی چلت پھرت اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ہوتی ہے اور جائز امور میں ہوتی ہے خوب شرحِ صدر کے ساتھ۔

تیسری تفسیر: فرمانبرداری، نیکی اور عاجزی:

وَقَالَ ابنُ عَبَّاسٍ: بِالطَّاعَةِ وَالمَعرُوفِ وَالتَّوَاضُعِ.

(تفسیر قرطبی ۶۸/۱۳، ط: رشیدیه)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نیک بندے فرمانبرداری، نیکی اور عاجزی کے ساتھ رہتے ہیں۔

﴿ھَوْنًا کی مختلف تفاسیر میں تطبیق﴾

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ’’ھَـوْنًا‘‘ کی مختلف تفاسیر نقل کرنے کے بعد بطورِ تطبیق ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے:

قُلتُ: وَهٰذِهِ كُلُّهَا مَعَانٍ مُتَقَارِبَةٌ وَيَجمَعُهَا العِلمُ بِاللّٰهِ وَالخَوفُ مِنهُ وَالمَعرِفَةُ بِأَحكَامِهِ وَالخَشيَّةُ مِن عَذَابِهِ وَعِقَابِهِ جَعَلنَا اللّٰهُ مِنهُم بِفَضلِهِ وَمَنِّهِ. (تفسیر قرطبی ۶۸/۱۳، ط: رشیدیه)

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ’’ھَـوْنَـا‘‘ کی جو مختلف تفاسیر اور معانی ذکر ہوئے ہیں یہ مطلب اور مقصد کے لحاظ سے آپس میں قریب قریب ہیں، اگر ان سب

معانی کو جمع کرنا چاہیں تو مندرجہ ذیل امور ایسے ہیں جن پر عمل سے یہ تمام تفاسیر اور معانی یکجا ہو سکتے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقینِ کامل

(۲) اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف

(۳) اللہ تعالیٰ کے احکام کی معرفت

(۴) اللہ تعالیٰ کے عذاب اور سزا سے خوف

﴿یَمْشُوْنَ اور مَشْیٌ کے مختلف معانی﴾

یہاں مَشْـــیٌ کا حقیقی معنی مراد ہے یا مجازی؟ اس میں بھی حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کی دو رائے ہیں:

پہلا معنی: چال میں نرمی:

ایک رائے یہ ہے کہ مَشْیٌ کا حقیقی معنی مراد ہے یعنی پاؤں سے چلنا۔

البتہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حقیقی معنی تو اس کا یہی ہے کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں کہ جب زمین پر پاؤں سے چلتے ہیں تو انتہائی ہلکے پھلکے ہو کر چلتے ہیں ان کی چال متکبرانہ چال نہیں ہوتی......لیکن اس حقیقی معنی کے ساتھ لازمی معنی بھی مراد ہے کہ ان کی چال اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ جس طرح چال میں کوئی تکبر نہیں بلکہ تواضع اور عاجزی ہے دوسرے امور میں بھی یہ لوگ تواضع، انکساری اور عاجزی سے رہتے ہیں، ان کی چال سے ہم استدلال کریں گے اس بات پر کہ یہ چلنے والا متواضع انسان ہے، یہ عاجزی اختیار کرنے والا ہے، یہ تکبر سے دور ہے۔

دوسرا معنی: تمام معاملات میں نرمی:

ابن عطیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یَـمْشُوْنَ کا یہاں حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہے اَیْ یَعِیْشُوْنَ فِی النَّاسِ هَیِّنِیْنَ فِی کُلِّ اُمُوْرِهِم کہ لوگوں کے اندر ہلکے پھلکے عاجزی اور انکساری کے ساتھ تمام معاملات میں زندگی گزارنے والے ہیں۔

رہی یہ بات کہ صرف چلنے میں نرمی کو خاص طور پر کیوں ذکر کیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی کا لوگوں کے ساتھ رہن سہن، چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا عام طور پر چلنے پھرنے سے ہوتا ہے اس لیے چلنے میں نرمی کو بطور علامت بیان کیا گیا ہے۔

(روح المعانی ۱۹/۴۴، ط: امدادیہ)

حاصلِ ترجمہ: حاصل دونوں کا یہ ہے کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جن میں عاجزی، انکساری اور تواضع کی شان ہو، جن میں تکبر نہ ہو، عجب نہ ہو، بڑائی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے پہلا وصف جو بیان فرمایا ہے، وہ یہ ہے کہ رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو انتہائی عاجزی، انکساری اور تواضع سے رہتے ہیں ان میں تکبر، بڑائی اور عجب نہیں ہوتا، بڑائی بیماری ہے، عجب بیماری ہے، اپنے آپ کو بڑا سمجھنا بیماری ہے......فرمایا...... ہمارے بندوں میں یہ بیماری نہیں ہوتی ......ان کے اندر تکبر کی چال نہیں ہوتی......ان کے اندر بڑائی نہیں ہوتی ......وہ اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا نہیں سمجھتے، بلکہ ان میں تواضع کی شان ہوتی ہے۔

﴿عاجزی کے وصف پر انعام﴾

اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف کے اختیار کرنے والے لوگوں کے بارے میں اعلان فرمایا ہے: اُولٰئِکَ یُجۡزَوۡنَ الۡغُرۡفَۃَ بِمَا صَبَرُوۡا وَیُلَقَّوۡنَ فِیۡھَا تَحِیَّۃً وَّسَلٰمًا. خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا حَسُنَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا. [الفرقان: ٨٥، ٨٦]

ان اوصاف کو اختیار کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جو تواضع، انکساری اور عاجزی کی زندگی کو اختیار کرے گا...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا...... ان لوگوں کے لیے جنت کے بالا خانے ہیں اور فرشتے جب ان سے ملیں گے تو ان کو دعا دیتے ہوں گے اور ان کو سلام کرتے ہوں گے اور یہ لوگ ہمیشہ کے لیے ان میں رہیں گے اور یہ ٹھہرنے اور رہنے کی کیا ہی بہترین جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان اوصاف کے نتیجے میں جنت کو بیان فرمایا ہے کہ جو رحمٰن کے بندوں کے اوصاف کو اپنے اندر پیدا کر لے ان کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اُولٰئِکَ یُجۡزَوۡنَ الۡغُرۡفَۃَ بِمَا صَبَرُوۡا الخ ...... ان کو جنت کے بالا خانوں کی صورت میں بدلہ دیا جائے گا وَیُلَقَّوۡنَ فِیۡھَا تَحِیَّۃً وَّسَلٰمًا جب فرشتے ان سے ملاقات کریں گے تو ان کو خوش آمدید اور سلام سلام کہتے رہیں گے۔

الحاصل: قرآن کریم نے یہ بتا دیا کہ رحمٰن کے بندوں کے اوصاف کا نتیجہ جنت ہے...... آپ ﷺ نے بھی بیان فرمایا ہے کہ جن کے اندر یہ اوصاف پیدا ہو جائیں یہ جنتی لوگ ہیں جہنم سے دور ہیں...... جہنم ان پر حرام ہے۔ اب آپ ﷺ کے ارشادات سنیے:

﴿متواضع آدمی نرم دل ہوتا ہے﴾

حدیث نمبرا: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَنْ یَّحْرُمَ عَلَی النَّار** ...... فرمایا میں تم کو وہ شخص نہ بتاؤں جو جہنم پر حرام ہے **وَبِمَنْ تَحْرُ مُ النَّارُ عَلَیْهِ**...... اور وہ شخص نہ بتاؤں جس پر جہنم کی آگ حرام کی گئی ہے۔ان کا جہنم میں جانا حرام اور جہنم کی آگ کے لیے ان کا جلانا حرام......آگے فرمایا''**عَلٰی کُلِّ هَیِّنٍ لَیِّنٍ قَرِیْبٍ سَهْلٍ**.(مشکوۃ : ۴۳۲)

هَیِّنٌ ...... ہلکا پھلکا ہو...... ہر وہ شخص جو ہلکا پھلکا رہے، دنیا کے اندر ہر معاملہ میں اپنے آپ کو بھاری اور متکبر نہ بنائے اور ہلکا پھلکا، متواضع رہے...... یہ شخص جہنم پر حرام ہے اور جہنم کی آگ اس پر حرام ہے۔

لَیِّنٌ ...... نرم ہو......اگر کوئی اس سے ملنا چاہے تو اس کو یہ پریشانی نہیں ہوتی کہ سختی اور شدت سے جواب ملے گا بلکہ اسکو یہ احساس ہوتا ہے کہ مجھے پیار سے، محبت سے، نرمی سے جواب ملے گا۔

بہت سارے لوگ کسی سے بات کرنا چاہتے ہیں لیکن دل دل میں سوچتے ہیں کہ موڈی آدمی ہے......ایسا نہ ہو کہ الٹی سیدھی باتیں سنائے، جو دل میں ابھی کچھ مقام ہے کہیں وہ بھی ختم نہ ہو جائے۔

دوستو! متواضع آدمی بھیڑیا(سخت) بن کر نہیں رہتا...... بہت سارے لوگ گھروں میں محلوں میں بھیڑیا(سخت) بن کر رہتے ہیں......لوگ ان کے قریب جانے سے کتراتے ہیں کہ بھیڑیا ہے کہیں کاٹ نہ دے......بچھو ہے کہیں ڈنگ نہ مار

دے...... سانپ ہے کہیں ڈس نہ لے ...... جو جہنم پر حرام ہے وہ بچھو، سانپ اور بھیڑیے کی طرح نہیں ہوتا بلکہ نرم ہوتا ہے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ جب مسجد میں آپ ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی آنکھیں چار ہوتیں تو آپ ﷺ تبسم فرماتے، مسکراتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی مسکراتے۔

﴿نبی کریم ﷺ کی نرمی اور تواضع﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: **كَانَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ لَمْ يَرْفَعْ اَحَدٌ رَأْسَهٗ غَيْرَ اَبِي بَكْرٍ وَّ عُمَرَ كَانَا يَتَبَسَّمَانِ اِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ اِلَيْهِمَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ.** (مشکوۃ : ۵۲۰)

جب آپ ﷺ مسجد میں تشریف لاتے تو ہیبت کی وجہ سے کوئی اپنا سر نہیں اٹھاتا سوائے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے...... یہ دونوں آپ ﷺ کی طرف دیکھ کر مسکراتے اور آپ ﷺ ان کی طرف دیکھ کر مسکراتے۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ عرب میں آپ ﷺ کے بہت سارے اخلاق اس وقت بھی زندہ ہیں، یہاں ہمارے ملک میں آپ گاڑی چلاتے ہو، تھوڑی بہت غلطی ہو جاتی ہے تو ادھر سے بھی گالی، اُدھر سے بھی گالی، ہر ایک کا دماغ گرم، ہر ڈرائیور کہتا ہے گاڑی چلانا آتا ہی نہیں سڑک پر آ گئے !!...... جو گالیاں وہ دیتے ہیں آپ لوگ سب جانتے ہیں...... غلطی اپنی بھی ہو تو بھی دوسروں کو گالی...... حضرت نے فرمایا...... سعودی عرب میں کیا ہوتا ہے؟ کسی سے غلطی ہو گئی...... مسکرا کر کہتا ہے...... **سَامِحْنِيْ يَا حَبِيْبِيْ**...... اے میرے دوست درگزر کیجیے،

مسامحت کا معاملہ کیجیے......دوسرا بھی جواب میں مسکرا کر......سَــا مِــحْــنِــیْ یَــا حَبِیْبِیْ...... کہہ کر گزر جاتا ہے۔ اِدھر سے بھی محبت، اُدھر سے بھی محبت۔

آپ ﷺ کی شان بھی لَیِّنٌ یعنی نرم تھی......کسی کے لیے بھی ملنا دشوار نہ تھا۔

﴿نبی کریم ﷺ کی نرم دلی کے چند واقعات﴾

واقعہ نمبرا: عَـنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِم رضی اللہ عنہ بَیْـنَـمَا ھُوَ یَسِیْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ مَـقْـفَـلَـهٗ مِـنْ حُـنَیْنٍ فَعَلَّقَتِ الْاَعْرَابُ یَسْأَلُوْنَهٗ حَتّٰی اضْطَرُّوْهُ اِلٰی سَمُرَةٍ فَخُطِفَتْ رِدَاءُ هٗ فَوَقَفَ النَّبِیُّ ﷺ فَـقَالَ: اَعْطُوْنِی رِدَائِی لَوْکَانَ لِیْ عَدَدَ هٰذِهِ الْـعُـضَاةِ نَـعَـمٌ لَـقَـسَّـمْـتُـهٗ بَیْـنَـکُـمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْنِی بَخِیْلاً وَّلَا کَذُوْباً وَّلَاجَبَاناً. رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ. (مشکوۃ : ۵۱۹)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اس وقت کا واقعہ بیان کرتے ہیں جب وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غزوہ حنین سے واپس آرہے تھے کہ (راستے میں ایک مقام پر) کچھ (غریب) دیہاتی آپ ﷺ کو لپٹ گئے اور غنیمت کا مال مانگنے لگے اور اس حد تک پیچھے پڑ گئے کہ آپ ﷺ کو (کھینچتے ہوئے) ایک کیکر کے درخت تک لے گئے، وہاں آپ ﷺ کی چادر کیکر کے کانٹوں میں الجھ کر رہ گئی، آپ ﷺ (بڑی بے چارگی کے ساتھ) رک گئے اور فرمایا: لاؤ! میری چادر تو دے دو......اگر میرے پاس ان خاردار درختوں کے برابر بھی چوپائے یعنی بکریاں اور اونٹ وغیرہ ہوتے تو میں ان سب کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا، اور تم جان لیتے کہ نہ میں بخیل ہوں، نہ جھوٹا وعدہ کرنے والا اور نہ جھوٹے دل والا ہوں......(بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ مال موجود تھا اور

عطاءفرمایا جیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے)

عَنْ اَنَس رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِیَّ ﷺ غنماً بَیْنَ جَبَلَیْنِ فَاَعْطَاہُ اِیَّاہُ فَاَتٰی قَوْمَہٗ فَقَالَ أَیْ قَوْم ! اَسْلِمُوْا فَوَا للّٰہِ اِنَّ مُحَمَّدًا لَیُعْطِی عَطَاءً مَّا یَخَافُ الْفَقْرَ . رَوَاہُ مُسْلِمٌ. (مشکوۃ: ۵۱۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں......ایک شخص نے آپ ﷺ سے اتنی بکریاں مانگیں جو پہاڑوں کے درمیانی نالے کو بھر دے، چنانچہ آپ ﷺ نے اسے اتنی ہی بکریاں دے دیں، اس کے بعد وہ شخص اپنی قوم میں آیا اور کہا: اے میری قوم کے لوگو! اسلام قبول کر لو، اللہ تعالیٰ کی قسم! محمد ﷺ اتنا دیتے ہیں کہ افلاس اور محتاجی سے بھی نہیں ڈرتے۔

واقعہ نمبر۲: عَنْ اَنَس رضی اللہ عنہ قَالَ کُنْتُ اَمْشِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہ ﷺ وَعَلَیْہِ بُرْدٌ نَجْرَانِیٌّ غَلِیْظُ الْحَاشِیَۃِ فَاَدْرَکَہٗ اَعْرَابِیٌّ فَجَبَذَہٗ بِرِدَائِہٖ جَبْذَۃً شَدِیْدَۃً وَّرَجَعَ نَبِیُّ اللّٰہِ ﷺ فِی نَحْرِ الْاَعْرَابِیِّ حَتّٰی نَظَرْتُ اِلٰی صَفْحَۃِ عَاتِقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَدْ اَثَّرَتْ بِھَا حَاشِیَۃُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّۃِ جَبْذَتِہٖ ، ثُمَّ قَالَ: یَا مُحَمَّدُ ! مُرْ لِی مِن مَّالِ اللّٰہ الَّذِیْ عِنْدَکَ فَالْتَفَتَ اِلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ ثُمَّ ضَحِکَ ثُمَّ اَمَرَلَہٗ بِعَطَاءٍ. مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ. (مشکوۃ: ۵۱۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا) اس وقت آپ ﷺ کے جسم پر یمن کے شہر ''نجران'' کی بنی ہوئی (دھاری دھار) چادر تھی جس کے کنارے دبیز اور موٹے تھے، (اچانک راستے میں) ایک دیہاتی آپ ﷺ سے مل گیا اور اس نے (اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے) آپ ﷺ کی چادر کو پکڑ کر

اتنی زور سے کھینچا کہ نبی ﷺ کھنچ کر اُس کے سینے کے قریب آ لگے، میں نے نظر اٹھا کر دیکھا، اس دیہاتی کے اس قدر سختی سے چادر کھینچنے سے آپ ﷺ کی گردن مبارک پر چادر کے کنارے کی رگڑ کا نشان پڑ گیا، پھر اس دیہاتی نے کہا: اے محمد ﷺ! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا جو مال ہے اس میں سے مجھے کچھ دلاؤ، آپ ﷺ نے پہلے تو (حیرت سے) اس کی طرف دیکھا، پھر (از راہِ تلطف) مسکرائے اور اس کو کچھ دیے جانے کا حکم صادر فرمایا۔

﴿متواضع آدمی سے ملنا آسان ہوتا ہے﴾

آپ ﷺ نے آگے فرمایا: ''قَرِیْبٌ'' ......صاحبِ حاجت کے لیے وہ قریب بھی ہو، جب بھی کوئی ملنا چاہے اس سے مل سکے، یہ نہ ہو کہ پریشان ہو کہ اس سے تو ملاقات پتہ نہیں کیسے ہوگی؟ کس طرح ملاقات کروں؟

ایک دن ایک طالب علم نے مجھ سے کہا کہ طلبہ کو فلاں چیز کی ضرورت ہے، طلبہ نے مجھ سے کہا کہ چونکہ آپ مفتی صاحب کے قریب ہیں اس لیے آپ ان کو یہ ضرورت بتا دیں۔ میں نے کہا: عجیب بات ہے، ہر طالب علم میرے قریب ہے، جس وقت جس طالب علم کو بلا کر بات کرنا چاہوں تو میں کر سکتا ہوں، ہر طالب علم میرے قریب ہے، قُرب (قریب ہونا) وبُعد (دور ہونا) ضدین ہیں...... جہاں قُرب ہے وہاں بُعد نہیں ...... جب ایک جانب سے قُرب ہے تو دوسری جانب سے بُعد کیوں ہو؟ قُرب ہونا چاہیے...... اگر کوئی مجھ سے ایک فٹ کے فاصلے پر ہے تو میں ان سے دس فٹ کے فاصلے پر کیسے ہو سکتا ہوں؟ جب ہر طالب علم میرے قریب ہے تو میں بھی یقیناً ان سے

قریب ہوں گا......جس کا کوئی مسئلہ ہو، جو پریشانی ہو وہ خود بتائے......اس میں قُرب اور بُعد کہاں سے آ گیا؟......جب ہر طالب علم میرے قریب ہے......تو میں کہاں سے دور ہو گیا؟ جیسے لوگ کہتے ہیں......گدھے کی دم ہے اوپر سے ناپو نیچے سے ناپو برابر ہے ......اس لیے مسلمان کو اس طرح رہنا چاہیے کہ ہر ایک کے قریب ہو......جس کو جو حاجت ہو سامنے پیش کر سکے۔

واقعہ نمبر۳: عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ امْرَأَۃً کَانَتْ فِی عَقْلِھَا شَیْءٌ فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنَّ لِیْ اِلَیْکَ حَاجَۃٌ فَقَالَ: یَا اُمَّ فُلَانٍ! اُنْظُرِیْ اَیَّ السِّکَکِ شِئْتِ حَتّٰی اَقْضِیَ لَکِ حَاجَتَکِ فَخَلَا مَعَھَا فِی بَعْضِ الطُّرُقِ حَتّٰی فَرَغَتْ مِنْ حَاجَتِھَا. رَوَاہُ مُسْلِمٌ. (مشکوۃ : ۵۱۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینے میں ایک عورت تھی اس کے دماغ میں کچھ خلل تھا، اس نے ایک دن کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے میرا ایک کام ہے (جو لوگوں سے پوشیدہ طور پر کہنے کا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلانے کی ماں! تم جس کوچے کو (لوگوں کی نظروں سے محفوظ سمجھو) دیکھ لو (میں تمہارے ساتھ وہاں چلنے کو تیار ہوں) تمہارا جو کام ہوگا وہ میں ضرور کروں گا (یعنی تم جس تنہا مقام پر مجھ سے بات کرنا چاہو میں وہاں چل کر تمہاری بات سن لوں گا) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ ایک کوچے میں تشریف لے گئے وہاں تنہائی میں اس عورت کو جو کچھ کہنا سننا تھا اس نے سنایا۔

واقعہ نمبر۴: عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: کَانَتْ اَمَۃٌ مِّنْ اِمَاءِ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ تَأْخُذُ بِیَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَتَنْطَلِقُ بِہٖ حَیْثُ شَاءَ تْ. رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ. (مشکوۃ: ۵۱۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ والوں کی لونڈیوں میں ایک لونڈی کا یہ معاملہ تھا کہ (جب اس کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی) رسول کریم ﷺ کا ہاتھ پکڑتی اور جہاں جی چاہتا آپ ﷺ کو لے جاتی۔

دوستو! یہ کسی آزاد عورت کی بات نہیں بلکہ کوئی لونڈی اور باندی مِنْ اِمَاءِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ اہل مدینہ میں سے...... وہ آتی اور آپ ﷺ کو ہاتھ سے پکڑ کر جہاں چاہتی (اپنی بات سنانے کے لیے) لے جاتی۔ گویا آپ ﷺ کی طرف سے یہ اعلان تھا کہ مدینے کی کوئی کالی کلوٹی، باندی بھی ہو اور اس کو محمد (ﷺ) سے کوئی کام ہو، جس گلی میں چاہے محمد (ﷺ) کو روک لے اور اپنی حاجت کی بات سنا دے۔ ہم جس نبی ﷺ کے امتی ہیں وہ اتنے کریم تھے۔

﴿متواضع آدمی سے کام کروانا آسان ہوتا ہے﴾

پھر فرمایا ''سَهْلٍ'' جنتی آدمی جو جہنم پر حرام ہے وہ ''سَهْلٌ'' کی صفت سے متصف ہوتا ہے...... یعنی اس سے اپنی حاجت پورا کرنا آسان ہوتا ہے، مشکل نہیں ہوتا، اپنی حاجت براری آسانی سے آدمی کرا سکتا ہے، اس کے لیے کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

قرآن کریم نے بھی کہا کہ جو متواضع، انکساری اور عاجزی سے رہنے والے ہیں...... اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ ان کو جنت کے بالاخانے دیے جائیں گے اور جنت میں فرشتوں سے جب ملاقات ہوگی تو فرشتے دعائیں دیں گے اور ان کو ''سَلَامٌ سَلَامٌ'' کہیں گے۔

آپ ﷺ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ جو متواضع ہے...... انکساری اور عاجزی سے

رہنے والا انسان ہے...... یہ جہنم پر حرام ہے اور جہنم اس پر حرام ہے۔

﴿مومن کی چند صفات﴾

حدیث نمبر۲: ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

عَنْ مَكْحُوْلٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالىٰ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلْمُؤْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ لَيِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْاٰنِفِ إِنْ قِيْدَ انْقَادَ وَإِنْ أُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ اسْتَنَاخَ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ. (مشکوۃ : ۴۳۲)

ایمان والا جو اللہ تعالیٰ کا عاشق اور پیارا ہو......ان کے اوصاف یہ ہیں:

(۱) هَيِّنُونَ...... ہلکے پھلکے رہتے ہیں

(۲) لَيِّنُون......نرم اور آسان ہوتے ہیں

كَالْجَمَلِ الْاٰنِفِ...... جیسے وہ اونٹ جس کی ناک میں نکیل ڈالی گئی ہو

إِنْ قِيْدَ انْقَادَ......اگر مالک مہار پکڑ کر اس کو چلائے تو اس کے پیچھے تابع ہو کر چلتا ہے......(چھوٹا بچہ بھی اگر اونٹ کو اس کی مہار کو پکڑ کر چلانا چاہے تو آرام سے پیچھے پیچھے چلتا ہے)

وَإِنْ أُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ اسْتَنَاخَ ...... اگر کسی چٹان پر اس کو بٹھایا جائے تو بیٹھ جاتا ہے

دیکھیے !......اونٹ یہ نہیں کہتا کہ یہ جگہ کھردری ہے، میرے پاؤں کو تکلیف ہوگی بلکہ مالک نے کہا بیٹھ جاؤ تو بیٹھ جاتا ہے، بالکل اسی طرح مؤمن اس طرح ہلکا پھلکا اور نرم دل ہوتا ہے، ان کی سختی آپس میں ایک دوسرے کے لیے نہیں ہوتی۔

آج اللہ تعالیٰ معاف فرمادے...... بتایئے! گھروں کے حالات کیا ہو چکے ہیں؟ ...... گھر گھر لڑائی، گھر گھر جھگڑے، بیوی شوہر سے تنگ، شوہر بیوی سے تنگ، بھائی بھائی سے تنگ، والدین اولاد سے تنگ، اولاد والدین سے تنگ غرضیکہ بداخلاقی کی انتہا ہوگئی ہے۔

﴿معاشرہ کیسے درست ہو؟﴾

دوستو ! اگر رحمٰن کے بندوں کے اوصاف میں سے ایک یہی وصف (عاجزی و نرمی) ہمارے اندر پیدا ہو جائے تو پورا معاشرہ جنت نما بن جائے گا۔

اگر ہم اپنے آپ کو مٹا دیں اور کہیں...... میں کچھ نہیں ہوں تو اللہ تعالیٰ بلندی عطا فرمائیں گے۔حدیث میں ہے:مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ.(المعجم الاوسط للطبرانی ۱۷۲/۸،ط:دار الحرمین القاهرة) جواپنے آپ کواللہ تعالیٰ کے لیےمٹا تا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرماتے ہیں۔

﴿جنت والوں کی ایک صفت...... عاجزی﴾

حدیث نمبر۳: حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ، اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ مُسْلِمٌ. (مشكوة:۴۳۳)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں جنتی لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ جنتی لوگ کون ہیں؟ فرمایا: كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعِّفٍ...... ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو عاجز،

ضعیف، کمزور اور بے بس سمجھے، (لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا مقام یہ ہوتا ہے) کہ اگر کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا فرما دیتے ہیں۔

آج تو ہر آدمی اپنے آپ کو فرعون سمجھتا ہے بلکہ فرعون سے بھی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے، تھوڑی سی کوئی بات کرے تو آستین چڑھانے پر آجاتا ہے، دینی ماحول میں رہتے ہوئے ہمارا کیا حال ہے؟ اپنے آپ کو دیندار سمجھنے والو! دینداری ہمارے اندر ہے ہی کہاں ؟......دیندار آدمی گالی گلوچ ،ایک دوسرے کو دھمکیاں دینا وغیرہ وغیرہ خرافات سے اپنی زبان کو پاک رکھتا ہے۔قرآن کریم نے کہا ہے: رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ...... مسلمان تو ایک دوسرے کے لیے انتہائی رحم دل ہوتے ہیں اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّار ......ان کی سختی تو کفار کے لیے ہوتی ہے......آپس میں ایک دوسرے کے لیے سخت نہیں ہوتے۔

آپ ﷺ نے فرمایا جنتی آدمی وہ ہے جو ضعیف ہو......اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھے۔

آج ہم لوگ پریشان کیوں ہیں؟ لوگ کہتے ہیں مجھ سے مشورہ نہیں لیا جاتا، پوچھتے بھی نہیں، اتنا بڑا آدمی ہوں، میں اس محلّہ میں رہ رہا ہوں، پھر بھی مجھے پوچھتے ہی نہیں، کتنے کام ہو رہے ہیں؟ مجھ سے مشورہ نہیں لیا جارہا ہے......اللہ اکبر! شیطان نے کہاں کہاں گھیر لیا ؟ کوئی کام اس کی رائے کے خلاف ہو جائے...... بس ایک طوفان برپا کر دیتے ہیں، ہر آدمی سمجھتا ہے کہ میری طرح شان والا کوئی نہیں ہے۔

صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق جنتی آدمی وہ ہے جو اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتا بلکہ یہ اقرار کرتا ہے کہ میں ضعیف ہوں، کمزور ہوں، کچھ بھی نہیں ہوں اور رہن سہن بھی ایسا رکھتا ہے کہ لوگ بھی ان کو ضعیف، کمزور، بے بس سمجھتے ہیں۔اپنی نظر

میں بھی قیمت نہیں اور لوگوں کی نظر میں بھی قیمت نہیں...... قیمت کس کی نظر میں ہے؟ فرمایا لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَا بَرَّهٗ ......اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ اتنا قیمتی انسان ہے کہ اگر کسی بات پر قسم کھائے تو اللہ تعالیٰ اس کو بری فرمادیتے ہیں......قسم کھائی کہ آج بارش ہوگی تو اللہ تعالیٰ بارش برسا دیتے ہیں۔

متواضع اور رحمٰن کے سچے بندوں کے کچھ واقعات

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا فرشتوں میں چرچا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام موجود تھے اتنے میں وہاں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں گزرے، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: هٰذَا اَبُو ذَرٍّ...... یہ جو صحابی گزرے ہیں ان کا نام ابوذر ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرائیل! ابوذر تو مدینے کی زمین پر رہ رہا ہے، کیا آسمانوں والے ابوذر کو جانتے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: هُوَ اَشْهَرُ عِنْدَنَا مِنْ شُهْرَتِهٖ عِنْدَكُمْ فِي الْمَدِيْنَةِ...... مدینے والے ان کو کیا جانتے ہیں ان کی جو شہرت آسمانوں پر ہے وہ مدینے میں کہاں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بِمَا نَالَ هٰذِهِ الْفَضِيْلَةَ؟ ......اے جبرائیل! اتنی بڑی فضیلت کہ فرشتوں میں ان کا چرچا ہے اس کا سبب کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضیلت کس وجہ سے عطا فرمائی؟ انہوں نے کہا: دو وجہ سے:

(۱) لِكَثْرَةِ تِلَاوَةِ سُوْرَةِ الْاِخْلَاصِ...... کثرت سے سورۃ الاخلاص کی تلاوت کرتے ہیں

(۲) لِصِغَرِهٖ فِي نَفْسِهٖ......اپنی نظر میں اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتے ہیں

تواضع ، عاجزی، انکساری اور اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنے سے آسمان پر ان کا چرچا اور شہرت ہے۔ (تفسیر کبیر ۳۲/۳۵۶، ط: داراحیاء التراث العربی)

دوستو! کاش ہم بھی اپنے کو چھوٹا ، ہلکا پھلکا سمجھیں! یہ رحمٰن کے بندوں کی صفت ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک عجیب مزاج کے صحابی تھے، ایسا وقت بھی آیا کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کو حکم دیا کہ آپ شہر مدینہ میں نہ رہا کریں، مدینہ کے شہر سے باہر رہا کریں، چنانچہ انہوں نے ''ربزہ'' نامی جگہ، جو مدینے سے باہر ہے میں رہائش اختیار کر لی، جب ان کی موت کا وقت قریب آیا، آپ کی اہلیہ بہت پریشان تھیں کہ یہاں آپ کا جنازہ کون پڑھے گا؟ آپ نے فرمایا: سنو! ایک مرتبہ ہم چند صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ایک کی وفات جنگل میں ہوگی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت آئے گی اور ان کا جنازہ پڑھے گی......سنو! میرے جو دوسرے ساتھی تھے ان سب کا مجھ سے پہلے انتقال ہو چکا ہے اور سب کا انتقال کسی نہ کسی شہر میں ہوا ہے، ایسا لگ رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد میرے بارے میں تھا، اس لیے پریشان نہ ہونا......یقیناً......حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت آئے گی اور میرا جنازہ پڑھے گی، گھر میں جو بکری ہے اس کو ذبح کر کے کھانا تیار کر لینا، جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے غسل دے کر، کفن پہنا کر مدینہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان جو راستہ ہے اس پر میرا جنازہ رکھ دینا، جب صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت آجائے ان سے کہنا کہ تمہارے ساتھی ابوذر نے تمہیں سلام کہا ہے اور تمہاری دعوت بھی کی

ہے۔آپ ﷺ نے جوفرمایا سچ فرمایا ہے، اور میرا جنازہ ضرور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت پڑھے گی۔جب انتقال ہوگیا بیوی نے غسل دے کر، کفن پہنا کر، جنازہ اس راستے پر رکھا اور قریب میں بیٹھ گئیں۔ چونکہ حج وعمرہ کا زمانہ نہ تھا اس لیے حیران تھیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کیسے آئے گی؟ تھوڑی دیر میں کیا دیکھ رہی ہیں کہ غبار اڑ رہا ہے جیسے کوئی قافلہ آرہا ہو، جب غبار ہٹ گیا تو کیا دیکھا؟ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت آرہے ہیں، جب انہوں نے دیکھا کہ جنگل میں ایک جنازہ پڑا ہوا ہے، ایک عورت ساتھ بیٹھی ہوئی ہے......فرمایا: مَا هٰذَا؟ مَا هٰذَا؟ یہ کیا ماجرا ہے؟ اس عورت نے کہا: هٰذَا جَنَازَةُ اَخِيْكُمْ اَبِى ذَر...... یہ تمہارے بھائی ابوذر کا جنازہ ہے، یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ ...... سچ فرمایا تھا آپ ﷺ نے...... تیری زندگی تنہائی میں گزرے گی، تنہائی میں تیری موت آئے گی۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۳۷۴، ط: دارالحدیث القاہرہ)

دیکھئے آپ ﷺ کے ارشاد پر کیسا یقین تھا......؟ یہ دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خوب روئے۔

﴿خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عاجزی﴾

ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ سب لوگوں کو امیر المؤمنین نے مسجدِ نبوی میں جمع فرمایا ہے، سب حضرات اپنے تمام کام چھوڑ کر مسجد نبوی میں جمع ہونے لگے کہ شاید کوئی خاص بات آج امیر المؤمنین ہم سے کرنے والے ہیں اس لیے جمع فرما رہے ہیں، جب سب جمع ہوگئے تو امیر المؤمنین نے منبر پر چڑھ کر اتنا

کہا: لوگو! میں اپنی پھوپھی کی بکریاں قلیل اجرت پر چرایا کرتا تھا، یہ کہا اور منبر سے نیچے اتر گئے، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور فرمایا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ نے صرف اتنی سی بات کہنے کے لیے اہلِ مدینہ کو جمع فرمایا تھا؟ فرمانے لگے: اے عبدالرحمٰن! دراصل دل میں یہ بات اٹھ رہی تھی کہ تو بڑا آدمی ہے تب میں نے دل کو کہا کہ تجھے بتاتا ہوں تو کتنا بڑا آدمی ہے؟ اور لوگوں کو جمع کر کے اپنی اصلیت بتادی۔

دوستو! دیکھو، ایک زمانہ تھا لوگ اپنے اندر سے تکبر کو ختم کیا کرتے تھے، لوگوں کو اس بات کی فکر تھی کہ کس طرح ہم سے تکبر کی بیماری ختم ہوگی؟ آج تو ہم کہتے ہیں کہ ”ہمارے اندر تو تکبر ہے ہی نہیں“ تو علاج کی فکر کیوں کرہو؟

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی عاجزی

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بازار سے گزر رہے تھے اور سر پر لکڑیوں کا ایک گٹھا اٹھایا تھا کسی نے ان سے کہا آپ کیوں ایسا کر رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا دے رکھا ہے کہ آپ کو یہ وزن اٹھانے کی ضرورت نہیں آپ تو دوسروں سے بھی اٹھوا سکتے ہیں۔

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا میں اپنے دل سے تکبر نکالنا چاہتا ہوں کیوں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ آدمی جنت میں نہیں جا سکے گا جس کے دل میں رائی کے برابر بھی تکبر ہو۔

﴿حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اور گورنر کو معزول کرنا﴾

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کسی علاقے کا گورنر بنایا، رخصت کرتے وقت ان کو نصیحتیں کرتے ہوئے مدینہ منورہ سے باہر نکلے، ''عوالی'' میں پہنچے، وہاں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر کے ان کو سمجھا رہے تھے، قریب میں جو گھر تھے ان کے چھوٹے بچے آئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارعب، طاقتور اور جسیم انسان تھے، لمبے لمبے بال رکھے ہوئے تھے، بعض بچے ایک کندھے پر اور بعض دوسرے کندھے پر بیٹھ گئے، کوئی ان کو سیڑھی بنا کر اِدھر کو کھسک جاتا، دوسرا اُدھر کھسک جاتا، کوئی کان سے کھینچ رہا ہے، کوئی بالوں سے اور آپ رضی اللہ عنہ اُس گورنر کو سمجھا رہے ہیں، بچوں کی طرف توجہ ہی نہیں، بچوں کو کھیل کی جگہ مل گئی، جو گورنر تھے کافی دیر سے بچوں کے کھیل کو دیکھ کر صبر کیے ہوئے تھے، آخر بول پڑے: اے! امیر المؤمنین! یہ بچے کیا کر رہے ہیں؟ میرے قریب تو میرے اپنے بچے تک نہیں آتے اور یہ دوسروں کے بچے ہیں، کوئی آپ پر چڑھ رہا ہے، کوئی اتر رہا ہے، کوئی کان سے کھینچ رہا ہے ...... فرمایا: افسوس! آپ اتنے سنگ دل ہیں، مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی کہ آپ جیسے کو گورنر بنا دیا، اسی وقت ان کو معزول کر دیا۔

دوستو! ...... امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو دیکھیے! آج ہماری شان ختم نہیں ہو رہی، جو اپنی شان کو بنا کر رکھتے ہیں وہ رحمٰن کے بندے نہیں ہیں۔

﴿حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تواضع﴾

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لے جا رہے تھے، پیاس لگی، ایک

باغ میں چلے گئے، سلطنت کا باغ تھا لیکن اب یہ درویشی کی حالت میں تھے، ایک انار کو ہاتھ لگایا، باغبان نے ہاتھ میں لاٹھی لے کر سر پر ایک ضرب لگائی کہ بغیر اجازت تو نے انار کو ہاتھ کیوں لگایا؟......فرمایا:

اِضْرِبْ رَأْساً قَدْ عَصَى اللّٰهَ كَثِيْرًا

......اس سر کو اور مارو......اس نے رب کی بڑی نافرمانی کی ہے۔

﴿حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قصہ﴾

حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ مریدین کے ہمراہ تشریف لے جارہے تھے کسی نے اوپر منزل سے راکھ پھینکی جس پر آپ نے زور سے ''الحمد للہ'' کہا، مریدین کو تعجب ہوا، حضرت! ''الحمد للہ'' کیسے؟ آپ ہمیں اجازت دیجیے جس نے یہ حرکت کی ہے اس کو اتنا ماریں کہ چھپکلی کی طرح دیوار سے چپکا دیں، حضرت نے فرمایا: تم مجھے چھوڑ دو، تم میرے ساتھ چلنے کے لائق نہیں ہو، کیوں؟......اس لیے کہ اِنَّ الْمُنْتَقِمَ لَا يَكُوْنُ وَلِيًّا...... جو اپنی ذات کے لیے دوسروں سے بدلہ لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہوسکتا، پھر فرمایا کہ اس موقع پر دو سنتیں ہیں، ایک تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ میں نے اس پر بھی عمل کیا لیکن آہستہ کہا اور دوسری سنت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ ہے جس سے اکثر لوگ غافل ہیں اس لیے میں نے زور سے کہہ کر اس پر عمل کیا......فرمایا: یہ صرف زبان سے نہیں بلکہ حقیقت بھی یہی ہے، کیوں؟......اس لیے کہ جو سر آگ برسانے کا لائق ہو اگر اس پر بجائے آگ کے راکھ برسائی جائے تو اس کو کیا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰه'' نہیں کہنا چاہیے؟ جس کو سو کوڑے سزا

سنائی جائے......اگر پچاس پر سزا بند کردی جائے تو کیا وہ اِنَّـا لِـلّٰـهِ وَ اِنَّـا اِلَيْـهِ رَاجِــعُــوْنَ کہے گا کہ بڑا نقصان ہوا، پچاس رہ گئے یا الحمد للہ کہے گا؟؟ کہ شکر ہے پچاس پر جان چھوٹ گئی۔

﴿امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تواضع﴾

ایک مرتبہ دمشق کی جامع مسجد ''الجامع الاموی'' میں ایک دیہاتی داخل ہوا، اس کے ہاتھ میں ایک پرچی تھی جس پر ایک مسئلہ درج تھا، چہرے سے یوں معلوم ہورہا تھا جیسے کافی دور کا سفر کرکے یہاں پہنچا ہے اور شاید مسئلہ پیچیدہ ہونے کے سبب اس نے یہیں آنا مناسب سمجھا، وہ جوتے اتار کر اندر داخل ہوگیا، دائیں جانب ایک درویش نما پردیسی مسافر بیٹھا تھا، پرانے اور معمولی سے کپڑے اور شکل وصورت سے فقیر معلوم ہوتا تھا، دونوں ہاتھوں کو ٹانگوں کے گرد باندھے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ رہا تھا، وہ دیہاتی اس پردیسی پر سرسری سے نگاہ ڈال کر گزر گیا، مسجد کے اطراف میں فقہاء کے حجرے بنے ہوئے تھے، وہ ایک ایک کرکے ہر حجرے میں جاتا رہا اور اپنے مسئلہ کو پیش کرتا رہا لیکن مسئلہ کے پیچیدہ ہونے کے سبب کہیں سے جواب نہ مل سکا، چنانچہ مایوسی کے عالم میں باہر نکلنے لگا، اس بار پھر اس دیہاتی کی نظر اسی فقیر درویش پر پڑی مگر اس مرتبہ اس فقیر نے اس دیہاتی کو روک لیا اور آنے کی غرض پوچھی، اس دیہاتی نے بتایا کہ مسئلہ پوچھنے آیا تھا مگر جواب نہ مل سکا، اس پر فقیر نے کہا کہ مجھ سے پوچھ لو، یہ سن کر دیہاتی بگڑ گیا کہ میں دین کا مسئلہ پوچھنے آیا ہوں اور تم مجھ سے مزاق کررہے ہو، شور سن کر آس پاس کے چند لوگ جمع ہوگئے، ایک نے کہا چھوڑ واسے! بے چارہ معذور ہے، دوسرے

نے کہا: کسی اور سے جا کر معلوم کرلو! ایک ادھیڑ عمر سنجیدہ آدمی کی آواز آئی کہ پوچھ لینے میں کیا حرج ہے؟ اگر یہ تمہیں بتا دے تو جا کر دارالافتاء کے مفتیانِ کرام سے تصدیق کرا لینا، اگر صحیح بتایا ہو تو ٹھیک اگر غلط بتا دیا تو چھوڑ دینا، بات معقول تھی، دیہاتی نے پرچی اس درویش کی طرف بڑھائی، اس درویش نے چند سطروں میں جواب لکھ کر دیا، وہ دیہاتی یہ پرچی لے کر مفتیانِ کرام کے پاس گیا اس پرچی کو دیکھ کر تین چار مفتی اکھٹے ہو گئے، وہ کبھی پرچی کو دیکھتے تو کبھی دیہاتی سائل کے چہرے کو دیکھتے، پھر ان میں سے ایک نے پوچھا کہ یہ جواب کس نے لکھا؟ سائل نے مسجد میں نظر دوڑائی تو اسے وہ درویش نظر نہیں آیا، چند لمحے نظر دوڑانے کے بعد بولا: کچھ دیر پہلے یہاں ایک درویش سا آدمی سادہ کپڑے پہنے بیٹھا تھا، شکل وصورت سے غریب فقیر معلوم ہوتا تھا اور لب و لہجہ سے دمشق کا معلوم نہیں ہوتا تھا، یہ سن کر ان مفتیان میں سے ایک مفتی نے کہا: وہ کوئی بڑا عالم معلوم ہوتا ہے، چلو اس سے ملتے ہیں، چند مفتیان، وہ دیہاتی سائل اور ان کے ساتھ مسجد کے لوگ مل گئے، یہ قافلہ مسجد سے نکلا، آس پاس معلوم کیا کہ کسی نے اس شکل وصورت کے آدمی کو دیکھا ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ میں نے کل رات کو ایسے حلیہ کے آدمی کو ''سمیاطیہ خانقاہ'' میں بیت الخلاء صاف کرتے ہوئے دیکھا تھا، وہ کچھ دن سے اسی خانقاہ میں بیت الخلاء صاف کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے اور اسی خانقاہ میں مقیم ہے، یہ سن کر قافلہ خانقاہ پہنچا اور آگے بڑھ کر چند علماءِ کرام نے اس درویش سے کہا: خدا کا واسطہ ہے آپ کو، اپنا نام بتائیں مجھے، اس درویش نے کہا کہ میرا تو ارادہ نہیں تھا نام بتانے کا لیکن اگر آپ فرما رہے ہیں تو سن لو ''بندہ کو ابو حامد غزالی کہتے ہیں'' یہ سننا تھا کہ

مجمع میں شور مچ گیا، ہر ایک کی تمنا تھی کہ حضرت کچھ وعظ فرمائیں، لوگوں نے فرمائش کی، لوگوں کی فرمائش کے جواب میں امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کل فجر کے بعد بیان ہوگا، صبح لوگ پہنچے تو امام ابو حامد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ نظر نہ آئے، آس پاس کے چرواہوں سے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ یہ زہد وتقویٰ کا پیکر اور علم وہدایت کا سرچشمہ رات کی تاریکی میں دمشق چھوڑ چکا ہے۔

﴿حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تواضع﴾

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شمار بھی اکابرِ دیوبند میں ہوتا ہے، ان کے علم وفضل کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے بلا واسطہ شاگرد اور حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدثِ دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہم سبق ہیں۔ وہ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں ایک بوڑھا ملا جو بوجھ لیے جا رہا تھا، بوجھ زیادہ تھا، وہ بمشکل چل رہا تھا، حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ حال دیکھا تو اس سے وہ بوجھ لے لیا اور جہاں وہ لے جانا چاہتا تھا وہاں وہ پہنچا دیا، اس بوڑھے نے ان سے پوچھا! اجی! تم کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے کہا: بھائی! میں کاندھلہ میں رہتا ہوں، اس نے کہا: وہاں مولوی مظفر حسین ولی ہیں اور یہ کہہ کر ان کی بڑی تعریفیں کیں، مگر مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تو اس میں کوئی بات نہیں ہے، ہاں نماز تو پڑھ لیتا ہے۔ اس نے کہا: واہ میاں! تم ایسے بزرگ کو ایسا کہو؟ مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ٹھیک کہتا ہوں، وہ بوڑھا ان کے سر ہوگیا، اتنے میں ایک اور شخص آگیا جو مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کو جانتا

تھا،اس نے بوڑھے سے کہا: بھلے مانس! مولوی مظفر حسین یہی ہیں،اس پر وہ بوڑھا مولانا سے لپٹ کر رونے لگا۔

﴿حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تواضع﴾

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے بلند پایہ محقق جو علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ''فقیہ النفس'' کا مرتبہ دینے کے لیے تیار نہ تھے،حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کو ''فقیہ النفس'' فرمایا کرتے تھے،ان کے بارے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے کہ بارش آگئی،سب طلباء کتابیں لے لے کر اندر کو بھاگے مگر مولانا سب طلباء کی جوتیاں جمع کر رہے تھے کہ اٹھا کر لے چلیں،لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو حیران رہ گئے۔

﴿شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کی تواضع﴾

مدرسہ معینیہ اجمیر کے معروف عالم حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب معقولات کے مسلم عالم تھے،انہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہ کی شہرت سن رکھی تھی،ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا تو ایک مرتبہ دیو بند تشریف لائے اور حضرت شیخ الہند کے مکان پر پہنچ گئے،گرمی کا موسم تھا وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو صرف بنیان اور تہہ بند پہنے ہوئے تھے،مولانا معین الدین صاحب نے ان سے اپنا تعارف کروایا اور کہا کہ مجھے حضرت مولانا محمود الحسن صاحب سے ملنا ہے،وہ صاحب بڑے تپاک سے مولانا اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کو اندر لے گئے،پھر آرام سے

بٹھایا اور کہا: ابھی ملاقات ہو جاتی ہے، مولانا اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ منتظر رہے، اتنے میں وہ شربت لے آئے اور مولانا کو پلایا، اس کے بعد مولانا اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کو اطلاع کر دیجیے، ان صاحب نے فرمایا: آپ بے فکر رہیں اور آرام سے تشریف رکھیں، تھوڑی دیر بعد وہ صاحب کھانا لے آئے اور کھانے پر اصرار کیا، مولانا اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: میں مولانا محمود الحسن صاحب سے ملنے آیا ہوں، آپ انہیں اطلاع کر دیجیے، ان صاحب نے فرمایا: انہیں اطلاع ہو گئی ہے، آپ کھانا تناول فرمائیں ابھی ملاقات ہو جاتی ہے، مولانا اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کھانا کھالیا تو ان صاحب نے انہیں پنکھا جھلنا شروع کر دیا، جب کافی دیر گزر گئی تو مولانا اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ برہم ہو گئے اور فرمایا: آپ میرا وقت ضائع کر رہے ہیں، میں مولانا سے ملنے آیا تھا اور اتنی دیر ہو چکی ہے ابھی تک آپ نے ان سے ملاقات نہیں کروائی اور اس پر وہ صاحب بولے کہ:

''دراصل بات یہ ہے کہ یہاں تو کوئی مولانا نہیں البتہ محمود خاکسار ہی کا نام ہے''

مولانا معین الدین صاحب یہ سن کر ہکا بکا رہ گئے اور پتہ چل گیا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کیا چیز ہیں۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ اور قصہ وعظ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کا کیا ٹھکانا؟ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ مراد آباد تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے وعظ کہنے کے لیے اصرار کیا، مولانا نے فرمایا: مجھے عادت نہیں ہے مگر لوگ نہ مانے تو

اصرار پر وعظ کے لیے کھڑے ہوگئے اور حدیث فَقِیۡهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیۡطٰنِ مِنۡ اَلۡفِ عَابِدٍ پڑھی اور اس کا ترجمہ یہ کیا کہ ’’ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے‘‘......مجمع میں ایک مشہور عالم موجود تھے، انہوں نے کھڑے ہوکر کے کہا: یہ ترجمہ غلط ہے اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آئے اس کو وعظ کہنا جائز نہیں۔

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کا جوابی ردِعمل معلوم کرنے سے پہلے ہمیں چاہیے کہ ذرا دیر اپنے گریبان میں جھانک کر سوچیں کہ اگر ان کی جگہ ہم ہوتے تو کیا کرتے؟ ترجمہ صحیح تھا اور ان صاحب کا اندازِ بیان توہین آمیز ہی نہیں بلکہ اشتعال انگیز بھی تھا لیکن اس شیخِ ہند کا طرزِ عمل بھی سنیے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر مولانا فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا: میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھ میں وعظ کی لیاقت نہیں ہے مگر ان لوگوں نے نہیں مانا، خیر اب میرے پاس عذر کی دلیل بھی ہوگئی یعنی آپ کی شہادت (گواہی)۔ چنانچہ وعظ تو پہلے ہی ختم فرمادیا، اس کے بعد ان عالم صاحب سے بطرزِ استفادہ پوچھا کہ غلطی ہے کیا تاکہ آئندہ اس سے بچوں؟ انہوں نے فرمایا: اَشَدُّ کا معنی اَثۡقَلُ (زیادہ بھاری) نہیں بلکہ اَضَرُّ (زیادہ نقصان دہ) کا آتا ہے۔ مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ نے برجستہ فرمایا کہ حدیثِ وحی میں ہے: یَأۡتِیۡنِیۡ مِثۡلَ صَلۡصَلَةِ الۡجَرَسِ وَهُوَ اَشَدُّ عَلَیَّ (کبھی مجھ پر وحی گھنٹیوں کی آواز کی طرح آتی ہے، اور وہ مجھ پر سب سے زیادہ بھاری ہوتی ہے۔) کیا یہاں بھی اَضَرُّ (زیادہ نقصان دہ) کے معنی ہیں؟ اس پر وہ صاحب دم بخود رہ گئے۔

﴿حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ اور دین پور شریف کا جلسہ﴾

مولانا عبد السلام صاحب کے والد ماجد حضرت مولانا قاسم صاحب زید مجدھم نے ایک مرتبہ بتایا کہ دین پور شریف میں حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس کا عنوان ''سیرت النبی ﷺ'' تھا، دور دراز سے کافی لوگ آئے تھے، بہت بڑا اور بارونق اجتماع تھا، ہر ایک حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عاشق اور ان کی گفتگو سننے کے لیے بے تاب نظر آ رہا تھا لیکن اسٹیج سیکریٹری نے حضرت کو دعوتِ خطاب دینے کے لیے جو الفاظ استعمال کیے ان میں سے ایک لفظ ''جانشینِ شیخ الہند'' بھی تھا جو حضرت کے مزاج کے بالکل خلاف تھا، حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ مائیک پر تشریف لے گئے اور مجمع سے صرف اتنی بات ارشاد فرمائی کہ:

''یہ جلسہ سیرت کے نام سے موسوم ہے پر اس میں خلافِ واقع باتیں ہو رہی ہیں، مجھے اس میں ''جانشین شیخ الہند'' کہا گیا ہے حالانکہ میں ان کا جانشین نہیں ہوں، ان کے مقام و مرتبہ اور میرے درمیان بہت بڑا فاصلہ ہے، لہٰذا میں اس جلسہ میں بیان نہیں کروں گا''۔

یہ فرما کر پیچھے بیٹھ گئے، احباب نے کافی منت کی، غلطی تسلیم کی، معذرت کی، یہ بھی کہا گیا کہ یہ پورا مجمع آپ ہی کے لیے اکٹھا ہوا ہے لیکن حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب وہی تھا۔ لوگ کیا کہیں گے؟ سبکی ہوگی، حضرت نے کسی چیز کی پروا نہیں کی ......واقعی جو اپنے کو مٹا دیتے ہیں ان کی نظر پھر صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتی ہے، گویا حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ بزبانِ حال فرما رہے تھے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروانہ چاہیے　　مدِنظر تو مرضی جانانہ چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کے تو کر یہ فیصلہ　　کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری　　جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

﴿حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مجمع مریدین﴾

ہمارے حضرت، حضرت مفتی اعظم مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ مریدین کے مجمع میں تشریف فرما تھے، حضرت کی حدیثِ رسول ﷺ کی بنا پر یہ عادت تھی کہ ہر ایک کو آنکھیں خوب کھول کر، بھری آنکھوں سے دیکھتے، مجمع میں ایک ڈاڑھی منڈا بیٹھا ہوا تھا، جب حضرت نے اس کو بھری آنکھوں سے دیکھا تو وہ یہ خیال کر کے کہ میں ڈاڑھی منڈا ہوں اس لیے ایسی نظر سے دیکھا...... کھڑا ہوا اور کہا: مولوی! اگر میں ڈاڑھی منڈا گنہگار ہوں تو ڈاڑھی والے بھی تو گنہگار ہوتے ہیں، حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بات سن کر اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے، اس کے پاس آکر اس کو گلے سے لگایا اور فرمایا تو نے سچ کہا:

''تو بے ڈاڑھی گنہگار، میں ڈاڑھی والا گنہگار''۔

اللہ والوں کی شان ہی کچھ اس طرح مٹی ہوئی ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو سب سے کم تر سمجھتے ہیں، حضرت نے اس پر غصہ نہیں کیا بلکہ اس کی تصدیق فرمائی۔

آپ چاہیں ہمیں یہ کرم آپ کا　　ورنہ ہم چاہنے کے تو قابل نہیں

﴿حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ اور درسِ بخاری شریف﴾

درس کے بعد حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ طلبہ کے سوالیہ پرچے پڑھتے اور جواب عنایت فرماتے، ایک مرتبہ ایک پرچہ اٹھایا، اس پر لکھا تھا: فلاں طالب علم حضرت کو گالیاں دیتا رہتا ہے، پڑھتے ہی حضرت نے فرمایا: میں نے اس کو معاف کر دیا ہے، لہٰذا کسی کو اس کے ساتھ بغض رکھنا، اس سے نفرت کرنا جائز نہیں۔

سچ ہے کہ اللہ والے اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیتے............

حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ:

''اِنَّ الْمُنْتَقِمَ لَا یَکُوْنُ وَلِیًّا''

انتقام لینے والا اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہوسکتا۔

﴿حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ اور استاذ کا احترام﴾

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ جن سے پورا برطانیہ لرزتا تھا، کیسے مٹے ہوئے انسان تھے۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے مہمان آئے اور اس زمانے میں یہ سیورج لائن، گٹر لائن وغیرہ کا نظام نہیں تھا، اینٹیں یا دو دیواری بنائی جاتی تھی اسی پر بیٹھ کر حاجت پوری کی جاتی تھی اور پھر صبح کو بھنگی وغیرہ آ کر صفائی کر کے نجاست لے جاتے، مہمان زیادہ ہوتے تھے اور بیت الخلاء کم، تو زیادہ استعمال سے وہاں نجاست زیادہ جمع ہو جاتی تھی جس سے مہمانوں کو تکلیف ہوتی۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ تہجد کے وقت مہمانوں کے جانے سے پہلے وہاں جاتے اور بیت الخلاء کی نجاست کو صاف کر دیتے تا کہ میرے استاد کے مہمانوں کو نجاست دیکھ کر زحمت و

پریشانی نہ ہو۔

﴿حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عاجزی﴾

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اتنے متواضع انسان تھے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ہاں سے کسی نے فرمائش کی کہ بھنگی سے نالی صاف کروا دو، بھنگی نہ ملا، مگر نالی صاف ہو کر دھل بھی گئی، حضرت مدنی رحمہ اللہ نے اپنے ہاتھوں سے نالی کی گندگی اور کیچڑ کو صاف کر دیا تھا۔

دوستو! حضرت مدنی رحمہ اللہ باوجود دارالعلوم دیوبند کے استاذ الحدیث ہونے کے اتنی تواضع اختیار فرما رہے ہیں اور بزبانِ حال ہمیں یہ سبق دے رہے ہیں کہ:

فرشتہ مجھ کو کہنے سے میری توہین ہوتی ہے
میں مسجودِ ملائک ہوں مجھے انساں ہی رہنے دو

﴿حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ اور عظمتِ استاذ﴾

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کا جب انتقال ہوا تو حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کی اہلیہ سے کہا کہ امی جان! جوتیاں مرحمت فرما دیجیے، ان کو جوتیاں پکڑا دیں گئیں تو انہیں الٹا کر کے سر پر رکھ کر دیر تک روتے رہے اور کہتے رہے کہ میں نے اپنے استاد کا حق ادا نہیں کیا، شاید میرا یہ عمل اس کا کفارہ ہو جائے۔

﴿حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ اور کتاب کے سرِ ورق کا قصہ﴾

مالٹا کی جیل میں حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھے، سردی کے دن آئے، پانی گرم کرنے کا کوئی انتظام نہیں، آپ لوٹا پانی سے بھر

کر پوری رات پیٹ کے ساتھ پکڑ کر اس پر جھکے رہتے، پیٹ کی حرارت کی وجہ سے اس میں کچھ گرمائش آجاتی، صبح وہ پانی اپنے استاذ کی خدمت میں پیش کرتے، وہاں جیل میں رہتے ہوئے انہوں نے ایک کتاب لکھی اور چھاپنے کے لیے احباب کو بھجوا دی، احباب نے چھاپ لی اور سرِ ورق پر لکھا:

''مؤلف: حضرت مولانا حسین احمد مدنی (جانشین شیخ الہند)''

ایک نسخہ آپ کو جیل میں بھجوا دیا گیا، آپ نے دیکھ کر خط لکھا: میں سرِ ورق کو دیکھ کر بہت رویا ہوں، تم لوگوں نے سرِ ورق پر اتنی غلط بات کیوں لکھی ہے؟ میں حضرت شیخ الہند کا جانشین نہیں ہوں، اُن کے مقام اور میرے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے، میرے نام کے ساتھ ''جانشین'' تم لوگوں نے کیوں لکھا ہے؟ اگر میرے دل کا تمہیں کچھ پاس ہے تو یہ سرِ ورق پھاڑ دو اور دوسرا ایسا سرِ ورق چھاپ لو جس پر ''جانشین شیخ الہند'' کے الفاظ نہ ہوں۔

یہ تھے مٹے ہوئے لوگ جنہیں اپنی شان کا خیال نہیں ہوتا تھا، اپنی کوئی شان سمجھتے ہی نہ تھے اس لیے شان ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

﴿مولانا عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ اصلاح﴾

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک قصہ سنایا: مولانا عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے اللہ والے تھے، ان کی خانقاہ میں دور دراز سے لوگ اصلاح کے لیے آتے تھے، افغانستان سے ایک شخص آئے تھے، انہوں نے حضرت کے پاس وقت گزارا، اصلاح ہوئی، حضرت نے ان کو اجازت دی کہ اب آپ بھی دوسروں

کی اصلاح کا کام کر سکتے ہیں، وہ واپس چلے گئے، ایک زمانہ گزرنے کے بعد حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا تو ان کے ایک پوتے تھے، اُن کو ایک دن خیال آیا کہ ہمارے دادا کتنے بڑے عالم اور کتنے بڑے اللہ والے تھے؟ آج میرا کیا حال ہے؟ مجھے بھی نیک بننا چاہیے، مجھے بھی اللہ کا ولی بننا چاہیے......اب اللہ تعالیٰ کے دوست اور ولی بننے کا کیا طریقہ ہے؟ قربان جاؤں اِن اکابر پر...... ہمارے حضرت عارف باللہ، حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: زمین سے پانی نکلنے کا طریقہ کیا ہے؟ کنواں کھودنا شروع کردو، آپ نے ایک دن کنواں کھودا، سوکھی مٹی نکلی لیکن آپ مایوس نہیں ہوتے کہ یہ تو سوکھی مٹی ہے، اس میں پانی کا کوئی اثر تک نہیں، لہٰذا میں مزید کھودنا چھوڑ دیتا ہوں، حالانکہ آپ ایسا نہیں کرتے اس لیے کہ آپ جانتے ہیں زمین سے پانی نکلنے کا یہی طریقہ ہے کہ کنواں کھودتے جاؤ، اس لیے دوسرے دن پھر کھدائی کرتے ہو، پھر وہی سوکھی مٹی، تیسرے دن پھر ایک فٹ اور کھدائی کرتے ہو، پھر وہی سوکھی مٹی لیکن چھوڑتے نہیں، کچھ آگے کھدائی ہوئی تو گیلی مٹی نظر آئی، نوے فیصد مٹی ہے اور دس فیصد پانی، پھر اور نیچے گئے، پچاس فیصد پانی پچاس فیصد مٹی، اور نیچے گئے، نوے فیصد پانی دس فیصد مٹی اور نیچے گئے تو صاف شفاف سو فیصد پانی نظر آیا، اگر پہلے دن یا دوسرے دن مایوس ہوجاتے تو بتایئے پانی مل جاتا؟......نہیں......آپ کو یقین تھا کہ پانی نکلنے کا طریقہ یہی ہے، اسی طرح ایک زمانہ تھا لوگ سمجھتے تھے کہ اللہ والا بننا ہے تو اس کا طریقہ یہی ہے کہ کسی اللہ والے کی صحبت میں آنا جانا شروع کردو، پہلے دن تو شاید ولی اللہ نہ بنیں لیکن جب مسلسل تعلق رہے گا تو

ان شاء اللہ ایک دن وہ بھی آ جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی اور ولایت حاصل ہو جائے گی۔

انہوں نے سوچا کہ مجھے اللہ والا بننا ہے، اب میں کیسے بنوں؟ دادا کے خلفاء میں غور کیا، ذہن میں آیا کہ افغانستان میں ایک خلیفہ موجود ہیں، سفر کر کے وہاں پہنچے، شیخ سے ملاقات ہوئی، شیخ بہت خوش ہو گئے کہ ہمارے شیخ کے پوتے آئے ہیں، بڑا اکرام کیا، صبح شام بہترین کھانے کھلا رہے ہیں، بہترین بستر پر سلا رہے ہیں، دو تین دن گزرنے کے بعد انہوں نے عرض کیا: حضرت! میں اصلاح کے لیے آیا ہوں، فرمایا: اچھا خوب! مرغن غذائیں بند ہو گئیں، صرف چٹنی روٹی ملنے لگی، بستر پر سونا بند، فرمایا: اصطبل میں سویا کرو، وہاں چارپائی ڈالو، اصطبل میں گھوڑے بھی تھے، دوسری طرف کتے بھی شکاری پالے ہوئے تھے...... (شکاری کتے پالنا جائز ہے اور وہ اللہ والے ان شکاری کتوں سے اصلاح کا کام بھی لیا کرتے تھے) کہا: اصطبل کی صفائی کرو، کتوں کا پاخانہ وغیرہ صاف کر دیا کرو، یہ سب تمہاری ذمہ داری ہے، ایک دو ہفتے گزر گئے، وہ صفائی میں مصروف رہے، شیخ کی جو بھنگن تھی، شیخ نے اس سے کہا: جو نجاست گھروں سے اکھٹا کر کے ٹوکرے میں ڈال کر روزانہ لے جاتی ہو، وہ ٹوکرا اس کے قریب سے گزارو اور اس کے تیور دیکھو کیسے ہیں؟ وہ پاخانے کا ٹوکرا سر پر رکھ کر جب گزر گئی تو اس نے منہ بنایا، کیسی بدبو ہے؟ چہرہ بگاڑا، اس نے شیخ کو بتا دیا، فرمایا: ابھی علاج نہیں ہوا، پھر ایک ہفتہ اور گزر گیا، فرمایا: اب جا کر پھر دیکھو، اس نے بتایا میں گزر گئی لیکن اسے کچھ نہیں ہوا، جیسے کوئی گزرا ہی نہ ہو، کہا: الحمد للہ، افاقہ ہو رہا ہے، ایک ہفتہ کے بعد پھر کہا: نجاست کا ٹوکرا اٹھا کر ٹھوکر کھا کر اس کے اوپر ڈال دو، اس طرح اس نے خود سے ٹھوکر

کھائی اور پورا ٹوکرا اس کے اوپر پھینک دیا، اب اس نے کہا کہ کیا بدبودار چیز تو نے مجھ پر ڈال دی، تمہیں کیا ہوا؟ پوری بات شیخ کو بتادی کہ یہ معاملہ ہوا، انہوں نے کہا کہ ابھی بیماری باقی ہے، چلو ابھی اور صفائی کرواور اصطبل میں رہو، ہفتہ بیس دن جب گزر گئے پھر کہا، پھر جاؤ، وہ ٹوکرا لے گئی، ٹھوکر کھائی، نجاست ڈال دی، اب اس کو کوئی بدبو محسوس نہ ہوئی، فوراً بھنگن کو اٹھایا اور کہا چوٹ لگ گئی ہوگی......افسوس! سارا پاخانہ ہاتھوں سے اکٹھا کر کے ٹوکرے میں ڈال کر سر پر رکھوا دیا، شیخ کو کیفیت سے آگاہ کیا، فرمایا: الحمدللہ صحت ہورہی ہے، اب آخری دوا کھلانی ہے، اعلان ہوا: کل شکار پر جانا ہے، گھوڑے تیار کرو، کتے تیار کرو، شکار کے لیے نکلے، ایک طاقتور شکاری کتا جس کے گلے میں زنجیر تھی، ان کو پکڑا دیا، شیخ نے کہا: کچھ بھی ہو، سارے کتے شکار کے لیے دوڑیں، اس کتے کو تم نے چھوڑنا نہیں، اب شیخ کا حکم تھا اس لیے زنجیر کو ہاتھ میں پکڑنے کے بجائے کمر سے باندھ دیا تاکہ ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے، جیسے ہی شکار نظر آیا، سارے کتے بھاگے، شکاری کتے کو کون روک سکتا ہے؟ اس کتے نے بھی زور لگایا، یہ بیچارے روکنے کی کوشش کررہے تھے، لیکن کتے نے اتنا زور لگایا کہ یہ زمین پر گر گئے، کتا انہیں زمین پر گھسیٹتے ہوئے لے جارہا ہے، کانٹے چبھ رہے ہیں، شیخ گھوڑے پر سوار یہ سب دیکھ رہے ہیں، جب کئی فرلانگ گھسیٹا......فرمایا: کتے کو روک لو، انہوں نے کہا: شیخ! ناراض نہ ہوں، بس میری غلطی ہے، کتا مجھ سے چھوٹ گیا، واپس آئے اور ان کی مرہم پٹی کروائی، پھر سر پر پگڑی بندھوا کر فرمایا: جاؤ! اب دوسروں کی اصلاح کا کام کرو۔

دوستو!......اسی کو خواجہ صاحب نے فرمایا:

دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل　　　رگڑے جب کھاتا ہے تو آئینہ بن پاتا ہے دل

جب لاکھ رگڑے لگتے ہیں، پھر دل آئینہ بنتا ہے۔ہم کہتے ہیں کوئی رگڑا نہیں چاہیے،خوب مرغن کھانے کھلاؤ،اچھے کپڑے پہناؤ اور خود بخود ہم ٹھیک ہو جائیں،اس طرح اس''انا'' کا علاج بہت مشکل ہے۔

بھائیو! رحمٰن کے بندوں کی پہلی یہی وہ ہلکے پھلکے رہتے ہیں ان میں تکبر نہیں،ان میں بڑائی نہیں۔

﴿ایک اللہ والے کا قصہ﴾

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایک قصہ سنایا کرتے تھے......ایک اللہ والے سفر پر جا رہے تھے،اس زمانے میں ہوٹلوں کا رواج نہ تھا،ایک بستی میں پہنچے،بستی والوں نے ان کو ٹھہرایا،بستر دیا،کھانے پینے کا نظم کیا،وہ اللہ والے رات کو تہجد کے لیے اٹھے،تہجد کی نماز پڑھی،یہ سوچ کر کہ فجر میں گھر والوں کو ناشتہ وغیرہ (جو کچھ اس زمانے میں ہوتا تھا) کی کیا تکلیف دوں؟ مجھے آگے جانا بھی ہے،شاید موسم بھی گرمی کا تھا، بہرحال گھر والوں کو جگانا مناسب نہ سمجھا،بستر کو لپیٹ دیا اور خود آگے سفر پر نکل گئے، اس زمانے میں بستر اور چارپائی کے چور ہوا کرتے تھے،پیچھے سے چور آیا،بستر اٹھا کر لے گیا،صبح گھر والے آئے،نہ مہمان نہ بستر اور نہ ہی چارپائی،بڑے حیران ہوئے کہ ہم نے نیک اور اللہ والا سمجھ کر مہمان ٹھہرایا اور یہ بستر چور نکلا،اس زمانے کے لوگ پاؤں کے نشانات کے بڑے ماہر تھے،پاؤں کے نشانات دیکھ کر پیچھے نکلے،اللہ والے

اطمینان سے چل رہے تھے، دور سے دیکھا، آواز دی، انہوں نے پیچھے دیکھا مجھے بلایا جارہا ہے تو ٹھہر گئے، یہ لوگ جیسے ہی پیچھے پہنچے، ایک طمانچہ لگایا اور کہا چل تھانے میں...... پوچھنے لگے: کیوں؟...... جواب ملا: آپ نے چوری کی ہے، جب تھانے میں پہنچے تو تھانے دار اس اللہ والے کو جانتا تھا، فوراً احترام میں کھڑا ہوگیا اور انہیں اپنی جگہ بٹھایا...... حضرت یہاں تشریف رکھیے، آپ نے یسے زحمت فرمائی؟ کیسے ہمارے ہاں تشریف لائے؟ اب جو لانے والے تھے وہ بیچارے پریشان ہوگئے، ان پر کپکپی طاری ہوگئی کہ یہ تو جان پہچان والے نکل آئے، تھانے دار نے کہا: کیا مقدمہ ہے؟ فرمایا: یہ مجھے لے کر آئے ہیں، ان سے پوچھ لیجیے، پھر آخر میں تھانیدار سے فرمایا: آپ نے میرے ساتھ جو معاملہ کیا...... احترام کا، عزت کا...... یہ میرے رب کا کرم ہے، میں اس کا مستحق نہیں ہوں اور انہوں نے مجھ سے جو معاملہ کیا...... تھپڑ لگایا...... یہ میری حقیقت ہے، ایک تھپڑ مارا، دس مارتے تو بھی ٹھیک تھا۔

خوب سنیے! اللہ والے یعنی جن کے دل میں اللہ ہو وہ کسی سے کہاں ڈرتے ہیں؟ لیکن بدلہ اللہ کے لیے نہیں لیتے۔ تھپڑ کا بدلہ تھپڑ سے نہیں لیا...... کیوں؟ اللہ تعالیٰ کے لیے...... آج تو ہم کہتے ہیں...... بدلہ لینا ہے...... خوب سنیے! یہ آپ ﷺ کے اخلاق نہیں ہیں۔

دوستو! یہ رحمٰن کے بندوں کے اوصاف نہیں ہیں، یہ ظلم کرنے والے تو شیطان کے بندے ہیں رحمٰن کے بندے ایسے ہرگز نہیں ہوتے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی معرفت آجاتی ہے پھر اپنی حقیقت معلوم ہوجاتی ہے کہ میری حقیقت

کیا ہے؟ اور میرے لیے کیا سزا ہونی چاہیے؟

﴿حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تواضع﴾

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ جو کہ اُم المدارس دار العلوم دیوبند کے بانی و مہتمِ اول تھے اکثر فرمایا کرتے تھے: اگر قاسم کے پاس ایک حرف کا علم نہ ہوتا تو وہ اپنے آپ کو اتنا مٹاتا کہ دنیا کو معلوم ہی نہ ہوتا کہ قاسم نامی کوئی شخص پیدا ہوا تھا۔

دوستو! گویا حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ بزبانِ حال فرما رہے ہیں:

کچھ ہونا میری ذلت وخواری کا سبب ہے
یہ ہے میرا اعزاز کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں

﴿تکبر کا انجام﴾

سنیے! تکبر کتنی بڑی خباثت ہے...... کتنی بڑی معصیت ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِي قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.** (مشکوۃ: ۴۳۳) جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا، جنت میں داخلہ اس پر حرام ہے اور حدیثِ قدسی ہے: **عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ** رضی اللہ عنہ **قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ** ﷺ **يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ اِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِّنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ النَّارَ وَفِي رِوَايَةٍ قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.** (مشکوۃ: ۴۳۳)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بڑائی میری اوپر کی چادر ہے اور عظمت میری نیچے کی چادر ہے، جو ان میں سے کوئی چادر مجھ سے چھینے گا، میں اسے جہنم میں پھینک دوں گا۔

عاجزی ،انکساری اور تواضع کا مقابل تکبر اور عجب ہے ......تواضع اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی صفت ہے......اللہ تعالیٰ نے فرمایا (رحمٰن کے بندے کون ہیں؟) اَلَّـذِیْـنَ یَـمْشُـوْنَ عَـلَـی الْاَرْضِ هَوْنًا ......اَیِ الَّذِیْنَ یَعِیْشُوْنَ فِی النَّاسِ هَیِّنِیْنَ فِی کُلِّ اُمُوْرِهِمْ ہلکے پھلکے زندگی گزارنے والے...... یہ رحمٰن کے بندے ہیں۔

﴿تواضع کا انعام...... جنت میں ہمیشہ کے بالاخانے﴾

خلاصہ بیان کا یہ ہے کہ رحمٰن کے بندے متواضع اور ہلکے پھلکے ہوتے ہیں ،ان کو اللہ تعالیٰ نے بھی جنت کی بشارت دی ہے اور آپ ﷺ نے بھی۔

قرآن مجید اعلان کررہا ہے: اُولٰٓئِکَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا. خٰلِدِیْنَ فِیْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا.[الفرقان:۷۵،۷۶]

ایسے لوگوں کو بالاخانے ملیں گے بوجہ ان کے ثابت قدم رہنے کے اور اُن کو اس میں بقاء کی دعا اور سلام ملے گا اور اُس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے......وہ کیسا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جو ہلکے پھلکے تواضع وانکساری سے رہتے ہیں جہنم ان پر حرام ہے اور وہ جہنم پر حرام اور فرمایا: یہ جنتی آدمی ہے اور اللہ کو اتنا پیارا ہے کہ وہ اگر کسی بات پر قسم کھائے تو اللہ اسکو بری کردیتے ہیں۔

آیئے! آج ہم بھی عہد کریں کہ شیطان کے اوصاف سے توبہ کرکے رحمٰن کے بندوں کے اوصاف کو اختیار کریں گے۔

﴿رحمٰن کے اوصاف پیدا کرنے کا نسخہ اکسیر﴾

ہمارے حضرت عاف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے: کسی اللہ والے یا کسی اللہ والے کے غلام سے اللہ تعالیٰ کے لیے دوستی لگالو، آنا جانا رکھو، امورِ دینیہ میں ان سے مشورے کرتے رہو، ان شاء اللہ تم ایک دن اللہ والے بن جاؤ گے اور تمہارے اندر بھی ایک دن اللہ والوں کے اوصاف پیدا ہو جائیں گے۔ حضرت والا ہی کا شعر ہے۔

یہ ملتی ہے خدا کے عاشقوں سے ۔۔۔ دعاؤں اور ان کی صحبتوں سے

کسی اہل دل کی صحبت جو ملی کسی کو اختر ۔۔۔ اسے آ گیا ہے جینا اسے آ گیا ہے مرنا

مجھے کچھ خبر نہیں تھی تیرا درد کیا ہے یارب ۔۔۔ تیرے عاشقوں سے سیکھا تیرے سنگِ در پہ مرنا

اللہ والوں کی صحبت ملنے کے بعد آدمی جینے کو جانتا ہے کہ جینا کیا ہوتا ہے؟ ہم کیا جانیں؟ جینا کیا ہے؟ بازار گئے، دکان پر بیٹھ گئے، ملازمت کی، واپس آئے، ماہانہ تنخواہ مل گئی، کھالیا، بس جینے کا حق ادا ہو گیا۔

دوستو! اس طرح تو یہودی بھی بازار گیا، دکان پر بیٹھ گیا، ملازمت کی، واپس آیا، ماہانہ تنخواہ مل گئی، کھالیا۔ عیسائی، ہندو، اور سکھ وغیرہ غیر مسلم بھی اسی طرح کرتے ہیں تو کیا فرق ہوا؟ جو غیر مسلموں کا جینا ہے وہی جینا میرا اور آپ کا ہو، مسلمان کے جینے اور غیر مسلم کے جینے میں کیا فرق نہیں ہونا چاہیے؟، یہ فرق تب آئے گا جب اللہ والوں کی صحبت میں جائیں گے۔

پردے اٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی ادھر نظر بھی ہے ۔۔۔ بڑھ کر مقدر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

انسان اللہ کے سامنے جھک کر تو دیکھے کیا حاصل ہوتا ہے؟

اس لیے دوستو! ہم توبہ کریں، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب احباب کو معاف فرمادیں۔

وآخر دعوانا الحمد للہ رب العٰلمین

﴿عباد الرحمن کے اوصاف﴾

﴿......وصف نمبر۲: جاہلوں سے اعراض......﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّابَعْدُ! فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰماً﴾.[الفرقان:۶۳]

یہ سورہ فرقان کی وہ آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے اور نیک بندوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔کئی آیتوں میں عباد الرحمٰن (رحمٰن کے بندوں) کے اوصاف کا بیان ہے۔

اس بات کو ذہن میں تازہ کرتے رہیے....کہ جس سے محبت کا تعلق ہوتا ہے اس کے اوصاف بیان کرنے میں انسان کو لذت محسوس ہوتی ہے اور فخریہ انداز میں اہل محبت کی باتیں دوسروں کے سامنے بیان کرتا رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ بھی اہل محبت کے اوصاف کو بیان فرمارہے ہیں کہ مجھ سے محبت کرنے والوں اور میرے خاص بندوں کے اوصاف ایسے ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے خاص بندوں کی فہرست میں داخل فرمائے (آمین)۔انسان ارادہ کر کے کوشش کرے اور بہترین نسخہ جس کو اختیار کرنے کے بعد انسان اللہ تعالیٰ کا نیک اور پیارا بندہ بن جاتا ہے،ان کی فہرست میں داخل ہوجاتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی اللہ والے سے محبت کا تعلق رکھے،اور سچا اللہ والا وہ ہے جس کے بارے میں علمائے حق کا نظریہ یہ ہو کہ یہ سچا اللہ والا ہے جو مداری نہیں،دھوکے باز نہیں،ان سے محبت کا تعلق رکھے،آنا جانا رکھے تو اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کو بھی اپنا محبوب بنادے گا اور نیک لوگوں کی فہرست میں داخل کردے گا۔

﴿رحمٰن کے بندوں کا دوسرا وصف: جاہلوں سے سلامتی کی گفتگو﴾

رحمٰن کے بندوں کا دوسرا وصف...... ﴿وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰماً﴾ جب جاہلوں سے ان کی گفتگو ہوتی ہے قَالُوْا سَلٰماً تو ان کی گفتگو سلامتی کی گفتگو ہوتی ہے، یہاں جاہلوں سے مراد کیا ہے۔

﴿''جَاهِلُوْن'' کی تفسیر......احمق اور بے وقوف﴾

تفاسیر میں لکھا ہے: وَالْمُرَادُ بِالْجَهْلِ: اَلسَّفَهُ وَقِلَّةُ الْأَدَبِ.

(الکشاف ۳/ ۲۹۱،ط:دار الکتاب العربی بیروت)

وہ لوگ مراد ہیں جو بے وقوف ہوں، احمق ہوں، جن میں ادب نام کی کوئی چیز نہ ہو، جن میں بڑے کا ادب نہیں، علماء کا ادب نہیں، والدین کا ادب نہیں، معزز لوگوں کا ادب نہیں اور بے وقوف ہیں...... یہ مراد ہے ''جَاهِلُوْن'' سے۔

﴿''قَالُوْا سَلَامًا'' کی پہلی تفسیر: ''درست جواب''﴾

حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ جو بہت بڑے مفسر گزرے ہیں، تابعین میں سے ہیں اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد ہیں وہ فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ بے ادب شخص ناشائستہ اور تکلیف دہ گفتگو کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے بندے قَالُوْا قَوْلاً سَدِيْدًا...... وہ درست بات کرتے ہیں، ان کو بھلے تکلیف پہنچ جائے لیکن یہ جواب میں تکلیف دہ بات نہیں کرتے بلکہ درست اور صحیح بات کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وَقَالَ مُجَاهِدٌ: اَلْمُرَادُ قَالُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا.(روح المعانی ۱۹/ ۴۴،ط: امدادیہ)

آج تو کہا جاتا ہے ''اینٹ کا جواب پتھر سے''، لیکن رحمٰن کے بندے جاہلوں سے جہالت کی زبان میں گفتگو نہیں کرتے ۔ بلکہ سخت اور جہالت کے جملوں کا جواب نرمی اور خوش اخلاقی سے دیتے ہیں تاکہ شر پیدا نہ ہو بلکہ شر اور جھگڑے سے سلامتی اور امن حاصل ہو جائے۔

﴿''قَالُوْا سَلَامًا'' کی دوسری تفسیر: ''سلامتی کی بات اور خاموشی''﴾

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد ہے: ''طَلَبُ السَّلَامَةِ وَالسُّكُوْتِ'' کہ جب جاہل لوگ ان سے ناشائستہ گفتگو کرتے ہیں تو یہ سلامتی کی بات کرتے ہیں اور خاموشی اختیار کرتے ہیں، زیادہ لمبی بات نہیں کرتے ۔

ثُمَّ يَحتَمِلُ أَن يَكُونَ مُرَادُهُم طَلَبَ السَّلَامَةِ وَالسُّكُوتِ.

(تفسیر کبیر ۴۸۱/۲۴،ط:دار احیاء التراث العربی)

﴿''قَالُوْا سَلَامًا'' کی تیسری تفسیر: ''عفو و درگزر''﴾

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَقَوْلُهُ تَعَالٰى﴿ وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَاماً﴾ أَى إِذَا سَفِهَ عَلَيْهِمِ الْجُهَّالُ بِالْقَوْلِ السَّيِّئِ لَمْ يُقَابِلُوْهُمْ عَلَيْهِ بِمِثْلِهِ بَلْ يَعْفُوْنَ وَيَصْفَحُوْنَ وَلَا يَقُوْلُوْنَ إِلَّا خَيْرًا كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا تَزِيْدُهٗ شِدَّةُ الْجَاهِلِ عَلَيْهِ إِلَّا حِلْمًا وَكَمَا قَالَ تَعَالٰى﴿ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوْا عَنْهُ﴾[القصص:۵۵] الآية.(تفسير ابن كثير ۳۳۵/۳،ط:قديمى)

اللہ تعالیٰ کے بندے جاہلوں کی جانب سے بری بات کے جواب میں خود بری بات

نہیں کرتے بلکہ معاف کرتے ہیں، درگزر کرتے ہیں اور درست بات کرتے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی عادتِ مبارکہ تھی کہ کوئی ان کے ساتھ جتنا بھی جہالت کا برتاؤ کرتا آپ ﷺ کی برداشت میں اضافہ ہوجاتا تھا اور جیسے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی بدولت ارشاد فرماتے ہیں کہ ''جب وہ کوئی لغو بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں''۔

﴿''قَالُوْا سَلَامًا'' کی چوتھی تفسیر: ''جاہلوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی سلامتی مانگنا''﴾

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَالُوْا سَلَامًا﴾ اَیْ سَلَامَةً مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ شَرِّكُمْ.

(روح المعانی ۱۹/۵۷، ط: امدادیه)

اللہ تعالیٰ کے بندوں کا جب جاہلوں سے سامنا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے ان کے شر سے سلامتی اور حفاظت مانگتے ہیں۔

﴿''قَالُوْا سَلَامًا'' کی پانچویں تفسیر: ''ہر غیر اللہ کو الوداعی سلام''﴾

علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِذَا خَاطَبَهُمْ كُلُّ مَا سِوَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا فِيْهِمَا مِنَ اللَّذَّةِ وَالنَّعِيْمِ وَتُعْرَضُ لَهُمْ لِيُشْغِلَهُمْ عَمَّا هُمْ فِيْهِ قَالُوْا سَلَاماً سَلَامَ مُتَارَكَةٍ وَّ تَوْدِيعٍ. (روح المعانی ۱۹/۵۷، ط: امدادیه)

جب اللہ تعالیٰ کے بندوں کا سامنا ہر اس چیز سے ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہے چاہے وہ دنیا ہو، چاہے آخرت ہو، چاہے دنیاوی یا اخروی لذتیں اور نعمتیں ہوں، چاہے وہ حالات ہوں جو انہیں اللہ تعالیٰ سے غافل کردیں...... اللہ کے بندے ہر ایسی چیز کو الوداعی سلام کر کے اسے چھوڑ دیتے ہیں۔

﴿جنت میں قیمتی بالا خانے......عمدہ اور نرم بات کرنے والے کے لیے﴾

احادیث میں بھی نرمی پر انعامات کے وعدوں کا بیان ہے:

صاحبِ مشکوۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے:

وَعَنْ اَبِی مَالِکِ الْأَشْعَرِیّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: إِنَّ فِی الْجَنَّةِ غُرَفًا یُّرٰی ظَاهِرُهَا مِن بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِن ظَاهِرِهَا أَعَدَّهَا اللّٰهُ لِمَنْ أَلَانَ الْکَلَامَ وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ الصِّیَامَ وَصَلّٰی بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ . رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِی شُعَبِ الْإِیْمَانِ. (مشکوۃ: ۱۰۹، ط:قدیمی)

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: بیشک جنت میں ایسے عمدہ بالا خانے ہیں جن کے باہر کا حصہ اندر سے دکھائی دیتا ہے اور اندر کا حصہ باہر سے دکھائی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ اس شخص کے لیے تیار کر رکھے ہیں جو اچھی اور نرم بات کرے، لوگوں کو کھانا کھلائے، زیادہ سے زیادہ نفلی روزے رکھے، اور راتوں کو اس وقت نماز پڑھے جب لوگ سو رہے ہوں۔

﴿بے جا بحث ومباحثہ﴾

آج کل لوگ ایسے ہیں کہ کسی نے کوئی بات کی اسی وقت شروع ہو جاتے ہیں، لمبی چوڑی باتیں کرتے ہیں اور بعد میں خود بھی کہتے ہیں کہ میں نے وقت ضائع کر دیا، ہر ایک کے ساتھ بحث ومباحثہ ہو رہا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیم یہ ہے کہ اگر تو اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں داخل ہے تو ان پڑھ، جاہل، بے وقوف، بے ادب لوگوں کے ساتھ بحث ومباحثہ مت کیا کرو، ان کے

ساتھ سلامتی، درستگی اور سلامتی کی بات کر کے ایک طرف ہو جاؤ، اگر چہ ان کی ناشائستہ گفتگو سے آپ کو تکلیف ہوگی۔

﴿ تکلیف کو برداشت کرنا ﴾

تفسیر کبیر میں ایک عجیب بات لکھی ہے، فرماتے ہیں جو پہلی صفت ہے اَلَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا اس کا حاصل ہے اَلْمُؤْمِنُوْنَ ھَیِّنُوْنَ لَیِّنُوْن کہ آدمی متواضع ہو، عاجزی وانکساری کی زندگی گزارتا ہو، دوسروں کو تکلیف نہ دے اور یہ جو دوسرا وصف ہے وَاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا اس کا حاصل ہے تَحَمُّلُ التَّأَذِّی کہ یہ دوسروں کی تکلیف کو برداشت کرتے ہیں۔ اب آپ سے کوئی غصہ میں بات کرے، بدسلوکی سے بات کرے، ناشائستہ بات کرے، آپ کو تکلیف تو ہو رہی ہے مگر رحمٰن کے بندے ایک تو اس تکلیف کو برداشت کرتے ہیں اور دوسرے اس کے ساتھ اسی انداز میں جواب نہیں دیتے۔

وَاعْلَمْ أَنَّهُ تَعَالٰی لَمَّا ذَكَرَ سِيرَتَهُمْ فِي النَّهَارِ مِن وَجْهَيْنِ: أَحَدُهُمَا: تَرْكُ الإِيذَاءِ وَهُوَ الْمُرَادُ مِن قَولِهِ: ﴿يَمشُونَ عَلَى الأَرضِ هَوناً﴾ وَالآخَرُ تَحَمُّلُ التَّأَذِّى.............

(تفسیر کبیر ۴۸۱/۲۴، ط: دار احیاء التراث بیروت)

﴿ رحمٰن کے بندوں میں صفتِ تحمل حدیث سے بھی ثابت ہے ﴾

احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رحمٰن کے بندوں کے اندر یہی صفات ہونی چاہییں کہ اپنے کسی عمل یا قول سے دوسروں کو تکلیف نہ دے، اگر دوسرا تکلیف دے تو

اس کو برداشت کرے اس میں اس کا فائدہ ہے، نقصان نہیں ہے۔

﴿ایک جاہل شخص کا واقعہ﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اِنَّ رَجُلًا شَتَمَ اَبَا بَکْرٍ...... کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سخت باتیں کہنا شروع کیں، ڈانٹنا شروع کیا......(عربی میں ''شتـــم'' کا لفظ گالی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سخت گفتگو، ڈانٹ کی گفتگو کو بھی ''شتـــم'' کہتے ہیں)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تعجب و تبسم فرمارہے تھے......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس حال کو دیکھ رہا تھا فَلَـمَّـا اَکْثَرَ...... جب اس شخص نے کچھ باتیں زیادہ سنانی شروع کیں رَدَّ عَـلَیْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ...... تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعض باتوں کا جواب دینا شروع کیا، جیسے ہی جواب دینا شروع کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوکر اٹھے اور چلے گئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی پیچھے چلے گئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب تک وہ باتیں سنا رہا تھا، مجھے کوس رہا تھا، ڈانٹ رہا تھا آپ اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے، میں نے ایک بات کا جواب دیا تو آپ ناراض ہوکر چلے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّهٗ کَانَ مَعَکَ مَلَکٌ یَّرُدُّ عَنْکَ...... جب وہ آپ کو سنا رہا تھا تو آپ کی طرف سے ایک فرشتہ تھا جو اس کو جواب دے رہا تھا فَلَمَّا رَدَدْتَ عَلَیْهِ بَعْضَ قَوْلِهٖ وَقَعَ الشَّیْطَانُ...... جب آپ نے اس کا رد کرنا (جواب دینا) شروع کیا تو بیچ میں شیطان آگیا لہٰذا میں شیطان کے ساتھ نہ بیٹھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین باتیں حق اور سچ ہیں:

ایک یہ کہ جس پر بھی کوئی ظلم کیا گیا اور اس نے اس پر اللہ تعالیٰ کی خاطر صبر کیا تو اللہ

تعالیٰ اس کی مدد کے ذریعے اس کو عزت عطا فرماتے ہیں، دوسری بات یہ کہ جو بھی شخص صدقہ یا صلہ رحمی کی نیت سے خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کثرت اور بڑھوتری سے نوازتے ہیں، تیسری بات یہ کہ جو بھی شخص محض مال میں اضافہ کی غرض سے مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے قلت یعنی کمی میں اضافہ فرما دیتے ہیں۔

(مسند احمد ١٥/ ٣٩٠،ط:مؤسسة الرسالة)

﴿تین مختصر نصیحتیں﴾

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ ...... ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا فَقَالَ...... پھر عرض کیا: عِظْنِی وَاَوْجِزْ...... اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! مجھے نصیحت کیجیے لیکن مختصر نصیحت ہو، آپ ﷺ نے تین باتوں کی نصیحت فرمائی۔

توجہ سے سنیے اور اپنے دل میں بیٹھائیے، مختصر نصیحت ہے مگر جامع نصیحت۔

﴿پہلی نصیحت...... ہر نماز آخری سمجھ کر پڑھو﴾

آپ ﷺ نے فرمایا: اِذَا قُمْتَ فِی صَلَاتِکَ...... پہلی نصیحت یہ ہے کہ جب آپ نماز میں کھڑے ہو جائیں فَصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ......تو ایسی نماز پڑھ جیسے یہ تیری آخری نماز ہے اور اس کے بعد تو دنیا سے رخصت ہونے والا ہے۔

اب آپ بتائیے کہ اگر آپ کو کوئی کہے کہ یہ آپ کی آخری نماز ہے تو آپ کیسے توجہ سے وہ نماز پڑھیں گے؟ آپ ﷺ کی یہ نصیحت صرف ان کے لیے ہے یا ہم سب کے لیے یا پوری امت کے لیے؟ ظاہر ہے سب کے لیے ہے۔

﴿دوسری نصیحت......ایسی بات نہ کرو کہ بعد میں اس سے معذرت کرو﴾

دوسری نصیحت: وَلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْتَذِرُ مِنْهُ غَدًا...... کہ تو زبان سے ایسی بات نہ نکال کہ دوسرے دن اس بات سے معذرت کرتا پھرے۔

اس لیے ایسی بات زبان سے کرنی ہی نہیں چاہیے کہ دوسرے دن اس سے معذرت کرنی پڑے، معافی مانگنی پڑے کسی نے کسی سے بدسلوکی کی، زیادتی کی، تکلیف دی یا دکھ دیا تو اس کو برداشت کرو، آپ جہالت کی زبان میں اسکو جواب نہ دیں تا کہ کل پشیمانی نہ ہو۔

﴿تیسری نصیحت......لوگوں کے مال سے خود کو مستغنی رکھو﴾

تیسری بات فرمائی: وَاجْمَعِ الْإِيَاسَ مِمَّا فِي يَدَيِ النَّاسِ...... لوگوں کے ہاتھوں میں جو مال ہے، جو چیزیں ہیں، ان سے اپنے آپ کو مایوس کرو، اپنے دل کو ایسا مستغنی رکھو کہ لوگوں کی جیبوں پر تمہاری نظر نہ ہو۔

عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: عِظْنِي وَأَوْجِزْ فَقَالَ: إِذَا قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ وَلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْتَذِرُ مِنْهُ غَدًا وَاجْمَعِ الْإِيَاسَ مِمَّا فِي يَدَيِ النَّاسِ.

(مسند احمد ۳۸/۴۸۴، ط:مؤسسة الرسالة)

﴿محبوبیت حاصل کرنے کا نسخہ﴾

ایک روایت میں دیکھ رہا تھا کہ ''اگر لوگوں کے ہاں تمہیں محبوبیت چاہیے تو ان کے ہاں جو چیزیں ہیں ان سے منہ موڑو''، یعنی مجھے نہیں چاہیے، نہ پیسہ چاہیے، نہ اس کا مال چاہیے، اسکے ہاتھ کی کوئی چیز مجھے نہیں چاہیے، جب یہ بات اپنے اندر پیدا کرلو گے تو

ان شاء اللہ لوگوں کے ہاں محبوب بن جاؤ گے۔ (سنن ابن ماجہ ۲/۱۳۷۴، ط: دار احیاء الکتب العربیۃ)

﴿برا کہنے والے کو فرشتے کا جواب﴾

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت اور وصف کے تحت ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص نے دوسرے کو بُرا بھلا کہا اور جس کو برا بھلا کہہ رہا تھا وہ آگے سے ان الفاظ سے جواب دے رہا تھا: **عَلَیْکَ السَّلَامُ** ......آپ پر سلامتی ہو، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **اَمَا اَنَّ مَلَکًا بَیْنَکُمَا یَذُبُّ عَنْکَ کُلَّمَا شَتَمَکَ هٰذَا** ......جب بھی یہ شخص تمہیں گالی دیتا تو ایک فرشتہ تمہارا دفاع کرتا جا رہا تھا، **قَالَ لَهُ:** ......وہ فرشتہ گالی دینے والے سے کہہ رہا تھا: **بَلْ اَنْتَ وَاَنْتَ اَحَقُّ بِهٖ** ......بلکہ تم خود ایسے ہو اور جو تم کہہ رہے ہو خود تم اس کے زیادہ حقدار ہو، **وَاِذَا قُلْتَ لَهُ: وَعَلَیْکَ السَّلَامُ** ......اور جب تم گالی دینے والے کو **عَلَیْکَ السَّلَامُ** کہتے تو فرشتہ تم سے کہتا: **لَا بَلْ عَلَیْکَ وَاَنْتَ اَحَقُّ بِهٖ** ......سلامتی اس پر نہ ہو بلکہ تم پر ہو اور تم ہی اس سلامتی کے زیادہ حقدار ہو۔ (تفسیر ابن کثیر ۶/۱۱۱، ط: دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

﴿صلح حدیبیہ کے موقع پر مشرکین کا جہل اور آپ ﷺ کا عملِ مبارک﴾

صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ پندرہ سو صحابہ کو لے کر عمرے کے لیے تشریف لے جا رہے تھے اور حدیبیہ کے مقام پر مشرکین نے روکا کہ نہیں جا سکتے، اس موقع پر جو صلح ہوئی اس میں تین شرطیں لگائی گئیں:

پہلی شرط یہ کہ اگر کوئی مشرک، شرک سے توبہ کر کے مسلمان ہو جائے اور تمہارے پاس مدینہ آ جائے تو تمہیں ان کو واپس کرنا ہوگا۔

دوسری شرط یہ کہ اس سال بغیر عمرہ کے تمہیں واپس جانا ہوگا اور آئندہ سال عمرہ کی اجازت ہوگی، صرف تین دن تک مکہ مکرمہ میں رہ سکو گے زیادہ نہیں۔

تیسری شرط یہ لگائی کہ تین دن تک جب تم مکہ مکرمہ میں داخل ہوگے اور رہو گے تو تلوار تمہارے نیام کے اندر ہوگی، تمہیں اسلحہ کا اظہار کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، آپ ﷺ نے مشورہ کیا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے دلیر اور دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم تھے لیکن بعض صحابہ وہ تھے جن کو ہمتِ اظہار نہیں ہوتی تھی اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو ہمتِ اظہار ہو جاتی تھی، کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول اور برحق نبی ہوں، اس کے حکم کے خلاف نہیں کرسکتا اور وہ میرا معین و مددگار ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ میں نے کب کہا تھا کہ اسی سال طواف کریں گے۔ بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور جا کر ان سے بھی یہی گفتگو کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لفظ بلفظ وہی جواب دیا جو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا تھا۔ الغرض ان شرائط کے ساتھ صلح نامہ مکمل ہوگیا، تکمیلِ صلح کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا مگر ایک شخص بھی نہ اٹھا، جب آپ نے یہ دیکھا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! یہ صلح مسلمانوں پر بہت شاق گزری ہے جس کی وجہ سے یہ شکستہ دل اور افسردہ خاطر ہیں اس وجہ سے تعمیلِ ارشاد نہیں کر سکے،

آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیے، باہر تشریف لے جایئے اور قربانی کر کے سر منڈوائیے، سب خود بخود آپ کی اتباع کریں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ ﷺ کے قربانی کرتے ہی سب نے قربانی شروع کر دی۔ تقریباً دو ہفتے حدیبیہ میں قیام کے بعد آپ ﷺ واپس ہوئے، جب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان پہنچے تو سورۃ فتح نازل ہوئی: **اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا** ......رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے یہ سورۃ سنائی، صحابہ رضی اللہ عنہم جس صلح کو اپنی شکست سمجھ رہے تھے اسے اللہ تعالیٰ نے فتحِ مبین فرمایا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے از راہِ تعجب پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہ فتح ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک یہ عظیم الشان فتح ہے۔ اور اسی صلح حدیبیہ کو اللہ تعالیٰ نے انجام کے اعتبار سے فتح مکہ کی صورت میں تبدیل فرما دیا۔

بتایئے بے وقوف مشرکین کی ایسی شرطیں آپ ﷺ نے برداشت کیں، جو آپ ﷺ کے صحابہ کے لیے انتہائی تکلیف دہ شرطیں تھیں تو آپ ﷺ کو کتنی تکلیف ہوئی ہوگی؟

صلح کے موقع پر آپ ﷺ نے یہ جملہ لکھوایا: **هٰذَا مَا قَضٰی عَلَیْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** ...... یہ وہ عہد نامہ ہے جس پر محمد، اللہ کے رسول نے صلح کی ہے، مشرکین نے کہا: اگر ہم آپ کو رسول مانتے تو جھگڑا کس بات کا؟ ہم آپ کا استقبال کرتے اور آپ کو لے کر آتے اس لیے ''محمد بن عبداللہ'' لکھو، صلح کی تحریر لکھنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم میری تکذیب کرو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: یہ الفاظ مٹا کر ان کی خواہش کے مطابق خالی میرا نام لکھ دو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں تو آپ کا نام ہرگز نہیں مٹاؤں گا،

آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا وہ جگہ دکھلاؤ جہاں تم نے لفظ ''رسول اللہ'' لکھا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انگلی رکھ کر وہ جگہ بتلائی، آپ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے اس لفظ کو مٹایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ''محمد بن عبداللہ'' لکھنے کا حکم دیا۔

الغرض آپ ﷺ اپنے عمل سے بتا رہے ہیں کہ رحمٰن کا بندہ وہ ہے جو تحمل رکھے، دوسروں کی تکلیف کو تو برداشت کرے لیکن اپنے کسی عمل اور قول سے کسی کو تکلیف نہ دے۔

﴿ایک دیہاتی کا قصہ﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص آئے (آپ لوگ جانتے ہیں یہ سیدھے سادھے لوگ ہوتے ہیں) اور آپ ﷺ کے گلے میں ایک چادر تھی جس کے کنارے موٹے تھے، اس دیہاتی شخص نے وہ چادر کھینچی، آپ ﷺ کی گردن مبارک پر نشان پڑ گئے، پھر اس نے کہا: **یَا مُحَمَّد! مُرْ لِی مِن مَّالِ اللّٰہِ الَّذِی عِنْدَکَ**...... اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے میرے لیے اس کے بارے میں کچھ حکم کیجیے، کچھ مجھے بھی ملنا چاہیے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم دیکھ رہے تھے کہ اے ظالم دیہاتی تو نے یہ کیا کیا؟ لیکن آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا **ثُمَّ ضَحِکَ**...... پھر مسکرائے۔ کیسی عجیب بات ہے! وہ سختی سے بات کر رہے ہیں اور آپ ﷺ مسکرا رہے ہیں **ثُمَّ اَمَرَ لَہٗ بِعَطَاءٍ**...... پھر حکم دیا کہ ہمارے عطیہ میں سے ان کو کچھ دے دو، جانتا نہیں، جاہل ہے، ان پڑھ ہے کہ یہ بات کرنے کا طریقہ ہے یا نہیں؟ .....ان کا اندازِ گفتگو ہی یہی ہے، پھر بھی جو اُن کا مطالبہ تھا وہ پورا فرما دیا۔ (مشکوۃ: ۵۱۸)

﴿مسجد میں گندگی کرنے والے کے ساتھ سلوک﴾

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے، آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما ہیں ایک شخص مدینہ منورہ آئے، ان کو شدت سے تیز پیشاب لگا، اب پیشاب کرنے کے لیے کچھ آڑ تو چاہیے، انہوں نے دیکھا کہ مسجدِ نبوی کا احاطہ ایک بہترین اچھی جگہ ہے، دیوار بھی ہے، آڑ بہت اچھی ہے، جلدی اندر گھس گئے اور ایک دیوار کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا شروع کر دیا، صحابہ کرام نے آواز دی مَہْ ! مَہْ ......رُک جاؤ، رُک جاؤ (مسجد کو صاف ستھرا رکھنا یہ ہماری ذمہ داری ہے اور مسجد اس لائق ہے کہ اس کو صاف ستھرا رکھا جائے اس میں پیشاب کرنا غیر مناسب ہے) اب اس نے جہالت کی تو کیا رحمٰن کے بندے اس کے ساتھ جہالت سے پیش آتے ہیں؟ (نہیں) وہ شخص جس نے یہ حرکت کی، بعد میں جا کر لوگوں سے کہتا تھا اے لوگو! میں نے مسلمانوں کے بڑے رہنما اور ان کے رسول ﷺ جیسا ذہین کسی کو نہیں دیکھا، میں نے اتنی بڑی غلطی کی کہ ان کی عبادت گاہ میں پیشاب کیا، لیکن نہ مجھے مارا، نہ مجھے ڈانٹا بلکہ بہت پیار سے مجھے سمجھایا۔(مشکوۃ : ۵۲)

جی ہاں! رحمٰن کے بندوں کے اوصاف اگر ہمارے اندر پیدا ہو جائیں تو ان اوصاف کو دیکھ کر کتنے غیر مسلم مسلمان ہو جائیں اور اسلام میں داخل ہو جائیں اور کتنے ہی مسلمان جو گمراہی کے راستے پر گامزن ہیں وہ اسلام کی طرف آجائیں۔

﴿لقمانِ حکیم رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے بیٹوں کا قصہ﴾

لقمانِ حکیم رحمہ اللہ تعالیٰ، آخری وقت میں بیٹوں کو وصیت فرما رہے تھے، ایک لڑکے کو بلایا اور کہا اگر کسی نے تمہارے ساتھ بدسلوکی کی تو تم کیا کرو گے؟ بیٹے نے کہا:

مجھ سے جو بدسلوکی کرے گا میں بھی اس کو بدسلوکی سے جواب دوں گا، کہا: ٹھیک ہے تشریف لے جائیے۔ دوسرے بیٹے کو بلوایا اور پوچھا: اگر کسی نے آپ سے بدسلوکی کی تو کیا کرو گے؟ کہنے لگا: میں معاف کر دوں گا، اچھا سلوک کروں گا، پوچھا: اگر دوبارہ بدسلوکی کی تو؟ بیٹے نے کہا: پھر پہلے کی کسر بھی نکالوں گا، کہا: تشریف لے جائیے۔ تیسرے بیٹے کو بلوایا، اس سے کہا: اگر کسی نے آپ سے بدسلوکی کی تو؟ اس نے کہا: اچھا سلوک کروں گا، پوچھا: پھر بدسلوکی کی تو؟ جواب دیا: پھر اچھا سلوک کروں گا، پوچھا: اگر تیسر بار بھی بدسلوکی کی تو؟ جواب دیا: اچھا سلوک کروں گا، پھر پوچھا: اگر وہ بدسلوکی پر تُلا ہوا ہے اور اس نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ ہمیشہ کے لیے وہ آپ سے بدسلوکی کرے گا؟ بیٹے نے کہا: ابو تو میں بھی ہمیشہ کے لیے اچھا سلوک کروں گا، جب اس کو بدسلوکی میں شرم نہیں آئے گی تو مجھے اچھے برتاؤ اور اچھے سلوک پر شرم نہیں آئے گی۔ فرمایا: تو میرا صحیح جانشین ہے، پھر وصیت کی کہ فلاں کا اتنا مال ہے، فلاں کا یہ ہے، میرے مرنے کے بعد پھر اس کو اسی طریقے پر تقسیم کرنا۔

﴿امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خوش اخلاقی﴾

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایک مرتبہ ایک شخص نے بھرے بازار میں گالیاں دیں، حضرت خاموشی سے سنتے رہے، کوئی جواب نہ دیا، پھر وہ شخص اپنے گھر چلا گیا۔ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے گھر تشریف لے گئے اور اشرفیوں کا ایک تھیلا لا کر اس کے گھر لے جا کر اس کو پیش کیا، وہ حیران رہ گیا اور کہا: میں نے آپ کو گالیاں دیں اور آپ مجھے اشرفیاں دے رہے ہیں؟ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کے پاس جو چیز تھی (گالیاں) آپ نے دیں اور میرے پاس جو ہے میں نے وہ آپ کو دیا میرے پاس جواب میں دینے کے لیے گالیاں نہیں ہیں۔

﴿امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موچی سے حسنِ سلوک﴾

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک پڑوسی تھا جو موچی تھا، دن بھر جوتیاں سینے کا کام کرتا تھا اور رات کو شراب پی کر خرمستیاں کرتا تھا اور اکثر ایک شعر پڑھا کرتا تھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ ''لوگوں نے مجھے ضائع کردیا''......امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ چونکہ رات کو مطالعہ کیا کرتے تھے اس لیے ان کے مطالعہ میں موچی کی ان حرکات سے خلل واقع ہوتا تھا، اس لیے امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پڑوسی کے پاس جا کر اس سے کہا: آپ کی ان حرکات سے میرے مطالعہ میں خلل پڑتا ہے، اس موچی نے جواب دیا: جاؤ! مجھے تمہارے مطالعے کی ضرورت نہیں ہے، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بغیر کچھ کہے واپس تشریف لے آئے، چند دن بعد دیکھا کہ آج وہ آواز نہیں آرہی، پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ پولیس اسے کسی وجہ سے گرفتار کر کے لے گئی ہے اس لیے خاموشی ہے، امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ امیرِ کوفہ کے پاس تشریف لے گئے اور درخواست کی کہ فلاں میرا پڑوسی ہے، اسے رہا کردیا جائے، امیرِ کوفہ نے حکم دیا کہ گذشتہ رات جتنے بھی لوگ گرفتار کیے گئے ہیں امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے رہا کردیے جائیں، جب اس موچی کو رہا کردیا گیا تو امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور وہ موچی ساتھ ساتھ اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے تب پھر موچی نے وہی شعر پڑھا جس کا مفہوم تھا ''لوگوں نے مجھے ضائع کردیا''......تب امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: ہم نے تو آپ کو ضائع نہیں کیا بلکہ رہا کروایا ہے، پھر اس موچی نے دوسرا شعر پڑھا جس کا مفہوم تھا ''آپ نے تو مجھے کما لیا''......پھر اس موچی نے سوچا کہ جس شخص کو میں تنگ کرتا رہا آج وہی شخص مجھے رہا کرانے آیا؟ یہ کوئی جھوٹا شخص نہیں ہوسکتا اسی وجہ

سے پھر اس نے امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور پھر امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس آنا جانا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ امامِ زمانہ بن گیا۔

﴿نبی کریم ﷺ کی برداشت﴾

یہود کے ایک بڑے عالم (جو بعد میں مسلمان ہوگئے تھے) فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کو دیکھتے ہی نبوت کی تمام علامتیں پہچان گیا تھا سوائے دو علامتوں کے جن کا مجھے علم نہیں ہوسکا تھا، ایک یہ کہ آپ ﷺ کی بُردباری عدمِ برداشت پر غالب ہے اور دوسری یہ کہ آپ ﷺ کے ساتھ شدتِ جہالت کا برتاؤ آپ کی برداشت میں اضافہ کر دیتا ہے، پس میں آپ ﷺ کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرتا رہا تاکہ میں آپ کے ساتھ خوب گھل مل جاؤں اور آپ ﷺ کی بُردباری کو عدمِ برداشت کے مقابلے میں پہچان لوں، پھر میں نے آپ ﷺ کے ساتھ کچھ کھجوریں بیعِ سلم کے طور پر خریدنے کا معاملہ کیا (بیع سلم وہ معاملہ ہے جس میں ثمن اور قیمت خریدار کی طرف سے نقد ادا کی جائے اور مبیع یعنی بیچی جانے والی چیز کی حوالگی کچھ مدت کے بعد ہو، مخصوص شرائط کے ساتھ) اور قیمت پیشگی ادا کر دی، ابھی مقررہ مدت نہیں آئی تھی کہ میں دو تین دن قبل ہی آپ ﷺ کے پاس اپنے حق کا مطالبہ کرنے پہنچ گیا اور آپ ﷺ کا گریبان اور چادر پکڑ کر سختی سے ان کو دیکھا اور بولا: اے محمد! کیا آپ میرا حق ادا نہیں کریں گے؟ بخدا! تم عبدالمطلب کی اولاد ٹال مٹول کرتے ہو! یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اور وہ بولے: اے اللہ کے دشمن! کیا تو اللہ کے نبی کو وہی کہہ رہا ہے جو میں سن رہا ہوں؟ اللہ کی قسم! اگر مجھے آخرت کا ڈر نہ ہوتا تو میں ابھی تیری گردن اڑا دیتا، نبی کریم ﷺ سکون و محبت کے ساتھ مسکرا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہے تھے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر آپ نے جو ابھی کیا میں اور وہ آپ کی طرف سے اس کے علاوہ سلوک کے زیادہ حقدار تھے اور وہ یہ

کہ آپ مجھے اچھی طرح ادائیگی کرنے کا کہتے اور اس کو اچھی طرح وصولی کا کہتے، بہر حال اب آپ اس کو لے جاؤ اور اس کو اس کا حق دلوادو اور ان سے جھگڑنے کے بجائے بیس صاع (۹۰ کلو) زیادہ دینا، (یہودی عالم فرماتے ہیں) یہ سب باتیں سن کر میں نے کہا: اے عمر! نبوت کی تمام علامات میں نے آپ ﷺ کی ذات میں دیکھتے ہی پہچان گیا تھا سوائے دو خصلتوں کے جن کا مجھے پتہ نہیں چلا تھا کہ آپ ﷺ کی بُردباری عدمِ برداشت پر غالب ہے اور یہ کہ آپ علیہ السلام کے ساتھ شدتِ جہالت کا برتاؤ آپ کی برداشت میں اضافہ کر دیتا ہے......اور اب مجھے یہ دو باتیں بھی معلوم ہوچکی ہیں، **اُشْهِدُکَ** ...... میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ **اَنِّی رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا**...... میں راضی ہوں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر **وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا**...... اسلام کے دین ہونے پر **وَبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا**......اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر۔

یعنی وہ یہودی عالم مسلمان ہوگئے۔ (المستدرک،۳/۷۰۰، ط: دارالکتب العلمیہ بیروت)

﴿حضرت مدنی رحمہ اللہ کی جانب سے گالی کا جواب﴾

ایک مرتبہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرما رہے تھے، دورانِ بیان ایک شخص کھڑا ہوا اور آپ کو کہنے لگا کہ ’’آپ تو حرامی ہیں‘‘......آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑی بردباری سے جواباً ارشاد فرمایا: نہیں، میں حرامی نہیں، بلکہ میرے والد اور والدہ کا آپس میں نکاح ہوا ہے اور فلاں مولوی صاحب نے نکاح پڑھایا ہے اور اس کے فلاں فلاں گواہ ہیں۔

﴿حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے گالی کا جواب﴾

ایک مرتبہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کو ایک شخص بُرا بھلا کہنے لگا اور اس

نے کہا کہ ’’ آپ تو حرامی ہیں‘‘ ، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ میں حرامی نہیں بلکہ حلالی ہوں ، میرے والد اور والدہ کا فلاں مقام میں فلاں مولانا صاحب نے فلاں فلاں کی موجودگی میں نکاح پڑھایا تھا جن میں سے فلاں اب تک زندہ ہیں اور فلاں وفات پا چکے ہیں۔

﴿ایک اللہ والے کا بچے کی خاطر سخت باتیں برداشت کرنا﴾

ایک اللہ والے کو کسی بچے نے کھانے کی دعوت دی کہ حضرت! آج کھانا ہمارے ہاں کھایئے گا، میرا دل خوش ہو جائے گا، وہ اللہ والے مقررہ وقت پر کھانے کے لیے پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے اس کا والد آیا اور آنے کا مقصد پوچھا، انہوں نے کہا: آپ کے بیٹے نے کھانے کی دعوت دی ہے، اس لیے آیا ہوں، اس نے کہا: عجیب شخص ہو! بچے نے دعوت دے دی اور بھاگے آئے؟ کوئی کھانا نہیں ہے، وہ بغیر کچھ کہے واپس چلے گئے ، دوسرے دن دوبارہ بچے نے دعوت دی کہ حضرت! آج کھانے ہمارے ہاں ضرور کھایئے گا، میرا دل خوش ہو جائے گا وہ دوبارہ وقتِ مقررہ پر کھانے کے لیے پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو اس کے والد نے باہر آ کر پوچھا، کیوں آئے ہو؟ انہوں نے فرمایا: بچے نے دعوت دی تھی اس لیے آیا ہوں، اس نے کہا: بچے کی دعوت پر چلے آئے؟ تیسرے دن پھر ایسا ہی ہوا تو مریدین نے پوچھا: جب آپ کو ایسے رویے کا سامنا ہے تو آپ بار بار جاتے کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: میں اس غرض سے چلا جاتا ہوں کہ اچھا ہے، میری وجہ سے بچے کا دل خوش ہو جائے گا اور اس کے والد نے کہا کہ جاؤ کھانا نہیں تو میں واپس آ گیا، تو کیا ہوا؟

﴿ایک بزرگ کا سخت رویئے پر صبر﴾

ایک مرید نے اپنے شیخ کی دعوت کی ، مرید کی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا: میں

تمہارے شیخ کو آزمانا چاہتی ہوں کہ واقعتاً یہ کوئی اللہ والے ہیں یا جعلی پیر ہیں؟ جب شیخ مقررہ وقت پر کھانے کے لیے پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے اسی خاتون نے آواز دی: کیوں آئے ہو؟ جواب دیا: دعوت دی گئی تھی اس لیے آیا ہوں، خاتون نے کہا: ابھی کھانا تیار نہیں ہے، جایئے مسجد میں بیٹھ کر انتظار کریں، تھوڑی دیر بعد آیئے گا، بزرگ خاموشی سے بنا کچھ کہے مسجد میں چلے آئے، تھوڑی دیر بعد پھر گئے، دروازہ کھٹکھٹایا اور آنے کا مقصد بیان کیا تو اندر سے خاتون بولی: لگتا ہے دعوت کر کے غلطی کر دی، پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہے، جایئے ابھی مسجد میں انتظار کیجیے، کھانا تیار نہیں ہوا، یہ بزرگ دوبارہ خاموشی سے واپس چلے آئے، غرضیکہ دو تین مرتبہ انہیں اسی طرح کے سخت رویئے کا سامنا کرنا پڑا لیکن صبر کرتے رہے اور کچھ نہ بولے، آخر کار شیخ کو اندر بلایا گیا اور مرید نے پوری صورتحال شیخ کو بتا کر معافی مانگی اور اس کی بیوی کو بھی یقین آ گیا کہ اس قسم کے رویئے پر اللہ والا ہی صبر کر سکتا ہے۔

میرے دوستو! اور بھائیو! رحمٰن کے بندوں کے اوصاف میں سے دوسرا وصف ہے **وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا**...... جب بے وقوف، احمق، بے ادب قسم کے لوگ ناشائستہ گفتگو کرنے پر آجائیں تو یہ ناشائستہ کلام کا جواب ناشائستہ کلام سے نہیں دیتے بلکہ یہ سلامتی اور درستگی کی بات کر کے خاموش ہو کر چلے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے اندر بھی ان اوصاف کو پیدا فرما دے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن